







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 السَّالِطُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ الْمَلِكُ

الحمد لله الذي جعل في كتابه المنهج والهدى في كل شيء

عَلَمِي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَطْعُ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ

Checked 1965

۱۳۸۶۲

Checked 1966

# ۱۹۵۲ء۔ اسم اللہ الرحمن الرحیم

کن سے پیدا جن نے موجودات کی  
جلو گری ہے جس سے موجودات سب  
ہو گئے دوحرف سے کن کے عیان  
کن سے یہ کونین کا نقشہ بپا  
اُسکے پرا و صاف قدرت میں عیان  
راہ اپنی کا میرا ہو رخصتمون  
ہے تو ہی پیدا کنندہ انس و جان  
شکر احسان پر کروں تیری سدا  
ہاں مگر ہو لطف کچھ ہم پسترا  
ہوے شاید جب کسی سے کچھ دا

کہ جسے جہ و ثنائس ذات کی  
ہو محمد کب  
قدرت حق یہ ہے جس سے دو جہاں  
حکم کاف و نون کے ہوتے ہی ہوا  
ہے منزہ وہ تواز کون و مکان  
یا آئی تو ہے بیچون و چگون  
ہے تو ہی پروردگار دو جہاں  
خوان الوان عام سے سب پر تیرا  
حم سے طاعت کب تیری آوے بجا  
نجلو جالائق ہے طاعت لے خدا

نعت شریف حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بکام و زبان شیرین ذرا  
ابن وہ مقبول جناب کب پرا

نام پیغمبر سے اے اہلداد  
نام پاک اُن کا ہے احمد مجتبیٰ

کس سے ہوئے نعت ختم المرسلین ذات احمد ہے وہ بحسبیکران ذات پاک احمد ہے والشمس وشمس ہے سزاوار اوس کو تاج سروری سرور عالم محمد شاہ دین حکم اون کا ہے جہان میں ہر سر ذات پاک انہی نہ پیدا ہوتی مگر اوس پہ پڑہ امداد تو لا کہوں صلوات آل اور اصحاب جتنے ہیں تمام	جز بذات پاک رب العالمین جس کا اک قطرہ ہے یہ کون مکان جس کے یہ ذرے ہیں سارے اولیا زیب اوس سے خلعت پیغمبری پیشوائے اولین و آخرین وہ یہاں آئے ہیں سب سے پیشتر ہوئے کب ارض و سماجن و بشر تجگو جو جس کی شفاعت سے نجات پڑہ تو انیر سودرود اور سو سلام
--	---

مدح مبارک ہر چہار خلیفہ و دیگر اصحاب صلعم رضی اللہ عنہم

شہسواران جہان مردان دین اولا بو بکر صدیق اصل دین تیسرے عثمان باحلم وحب اور سب اصحاب اوسکے ذی علوم صدق اور عدل اور شجاعت اور جیا ان سے راضی ہے خدا کے دوسرا تو بھی جان و دل سے لے امداد اب جو کوئی بد اعتقاد ان سے ہوا	چار یار مصطفیٰ اصل یقین سائر والا یقین چوتھے ہیں حضرت علی شیر خدا ہیں ہدایت کے فلک پر وہ نجوم ہے انہیں چاروں سے دین کو ارتقا اور خوش بین اون سے حضرت مصطفیٰ رہ خدا ان پر سدا ہر روز شب ہے وہ مردود جناب کبریا
--	--



اسن استان میں تبرکاً بیان حضرت پیر و مرشد برحق عارف

نور مطلق شیخ المشلخ والا اولیا حضرت مولانا اولانا قطب  
میان دوانی والا سلام حضرت خداوند میاں خیر نور محمد بنجانوی

لوہاروی نور الہم قدہ وروح الہد وروحہ العریض قدس سرہ الخضر

وے زبان دل کو اب مجھہ ڈالنا  
عاشق و معشوق رب العالمین  
مظہر حق مصدق سرخشا  
بے نیاز عالم سے حق سے بانیاز  
تاج بخش اصفیا و اقصیا  
مقتداے جان جانان جہان  
رہبر صد قدوہ اصحاب علم  
وافع بدعات و کین کف و ظلم  
بحر علم معرفت نجم الہد  
کعبہ عباد و تواد اسلین  
حضرت نور محمد نیک ہے  
پیرو مرشد ہین مرے اور رہنما  
سرے پاتک مصدر الزوار حق  
جس سے ہے پر نور یہ دو نور  
کوئی جاوہ نہیں جلوہ نما  
ملک غیبی کا ہوا سلطان وہ  
چرخ غیبی کا ہوا ماہ جلی  
قطرہ سے دریا ہو وہ پل مارتے  
ہو گیا ذرہ سے خورشید ضیا  
ہے ہر اک ان میں سے نور شہ جہان  
ہے یہ خورشید فلک بے قیل و قال  
اور یہ ہے آفتاب آسمان

نام سے مرشد کے اسے امداد  
سرور عالم شہ دنیا و دین  
ماہی دریائے توحید خدا  
واقف اسرار حق و انا کے راز  
شاہ دین سرخیل جملہ اولیا  
پیشوا و شاہ شاہان جہان  
رہنمائے زبدہ ارباب علم  
حامی دین متین خیر الامم  
اختہ چرخ ہر ماہ عظم  
قلہ ارباب اصحاب یقین  
اور میرے دو جہان ہے  
حضرت نور محمد اولیا  
ہین وہ بیشک مظہر الزوار حق  
دیکھ نک جلوہ ذرا اس نور کا  
سارے عالم پر ہے اسکا پرتوا  
جس کے سر پر خاص سایہ اسکا ہو  
خاص جلوہ کی چمک جس پر پری  
چشم رحمت سے نظر حیرت  
پرتوہ اس نور کا جس پر پڑا  
پرتو و نکا اس کے کیا ہوے بیان  
آگے آنکے ذرہ کے مثل  
کیونکہ ہین یہ سبکے سب خورشید جان

اس میں اُس میں فرق ہے بس بشمار  
 روشنی سے اُسکے ہو دنیا کا کار  
 دیکھ لے ہے چشم دل کی کہو لگر  
 چاہے تجھ کو اگر وصل خدا  
 عکس سے اس نور کے تالے پیر  
 الغرض جو راہ تو  ہے  
 گرچہ یہاں سے  نال  
 بآئینہ سوچنا اس سے ہے نور ضیا  
 اب تو بیشک وہ سراسر نور ہے  
 سال تاریخ و تولد اور وفات  
 جب ہوا پیدا وہ نور معرفت  
 عجزت نبوی کا اسی فرخندہ فال  
 بارہ سو افسانہ میں کر کے انتقال  
 جس کو ہووے شوق دیدار خدا  
 مولد و مرقد شریف اُن کا پسر  
 گرنہ آوے تجھ کو گوری سے نظر  
 شہر چہنجانہ ہے اک جائے ہدا  
 مولد پاک آپ کا ہے اور مزار  
 متصل اُس شہر کے انے تکام  
 سید محمود ہے نام شریف  
 پاس اُس مرقد کے قبیلہ رنجی  
 اُس جگہ ہے مرقد پاک جناب  
 اعتقاد دل سے جو جاوے ولمان

اس سے حاصل کار غیر اُس سے یار  
 نور سے اُن کے ہو حاصل روے یار  
 عہد جگہ نور محمد علی مگر  
 سایہ نور محمد میں تو آ  
 روئے جانان پر پڑے تیری نظر  
 جا قدم لے دوڑ تیرے پیر کے  
 فیض باطن ہے ولے اُن کا بحال  
 کیونکہ پردہ جسم کا ہی اوٹھ گیا  
 نور ہے سایہ سے بالکل دور ہے  
 اون کی دونو مجھے سُن اسی نیکذات  
 شبلی دوران ادہم کی سفت  
 بارہ سو پر تہا زیادہ ایک سال  
 اس جہان سے بلے باز و الجلال  
 اُن کے مرقد کی کرے زیارت وہ جا  
 خلق میں روشن ہے جون شمس و قمر  
 پوچھ لے مجھے تو اب لے تجھ سے  
 مسکن و ماوا ہے اُس جا آپ کا  
 اس جگہ تو جان لے اے ہوشیا  
 ہے عجب دل چسپ درگاہ امام  
 ہے مکان وہ بس عجیب بس لطیف  
 ہے زیارت گاہ میرے پیر کی  
 سر جہاں تے ہیں جہاں سب شیخ و شاب  
 او سپہ سب اسرار باطن ہوں مینا



دیکھتے ہی اُس کے جلوے ہیں  
 کرتے ہی زیارت مزار پاک کی  
 کیوں پھرے ہے باجیا سہارا تا  
 جو ہو قدرت تجھے اُس نور تک  
 ہیں بہت اُنکے خلیفہ اور مرید  
 ہیں مرید اور طالب اُن کے بشمار  
 لیکہ اُن کا مرتبہ دیکھے ہے وہ  
 اُن کا رتبہ کب تجھے آوے نظر  
 الغرض گرجا، آب منظور ہے  
 طالب صادق ہے جو تو اے میان  
 راہ حق جلوے اگر مطلوب ہے  
 ہیں خلیفہ آپ کے چنداں امان  
 فیض اُن کا نام ہے اک خلق پر  
 صحبت اُن کی جان پارس اے فتا  
 ہے نگہ میں اس قدر اُن کی اثر  
 دیکھتے ہی اُنکے دم میں لے اُنھی  
 اس طرح کہ ہو کر ہر دان سرور  
 ہیں خلیفہ اُن کے گرچہ بے شمار  
 ان میں سے دو شخص ہیں اہل ہذا  
 نیر بر ج کرم ماہ طلبا  
 صاحب ارشاد تلقین و صہدا  
 عالم وزاد دلی اہل مقام  
 یعنی ہیں حافظ محمد رضا مناب

اُس کو جو دیدار رب العالمین  
 ہو وین ظاہر اُس پہ اسرار غفی  
 سایہ نور محمد میں تو اُس  
 اُس کے خلفائے توحید و امن سے لگ  
 پاسکے ہے اُنکو کب تو اے سعید  
 جنگی برکت ہے جہاں میں آشکار  
 چشم بینا دل مصفا جس کے ہو  
 ہو رہے تو تو بالکل نے بصر  
 دون پتا بعضوں کا ان میں سے تجھے  
 دون بتا خانہ کا میں اُنکے نشان  
 قصبہ سخا نہ ہوں کی راہ لے  
 نور سے جنگے سے روشن سب جہاں  
 چہوڑ گھر اور جلد لے جا اُن کا در  
 جنگے لئے سے ہو س خالص طلا  
 سنگریزے جس سے ہوں رشک فخر  
 سو برس کا بت پرست ہووے دلی  
 چہانتا پہرتا ہے کیوں عالم میں گرد  
 لیکہ اُن میں سے ہیں دو اہل وقار  
 ماہ برج معرفت شمس اُنھے  
 گو گھر درج نعم بحسب سخا  
 عاشق حق نائب خیر الورا  
 متقی و پارسا و نیک نام  
 فیض کی طالب ہے جسے خلق سب

علم وزہد اُن کا ہے عالم پر جلی  
ظاہر ہی و باطنی با اہتمام  
بحسب عرفان کے ہیں دو نو آشنا  
جسے بارغ دو جہان سرسبز ہے  
بے حجاب ہو دیکھ ان سے یار کو  
چشمہ عینک ہیں دو نو ایک سان  
نور سے دیکھ اُن کی رونے سیمر  
راہ سیدھی آپ ثواب دیکھ لے  
قعر گرا ہی میں بشک جا پڑے

دوسرے شیخ محمد مولوی  
بحسبے مواج دو نو علم کا  
وصف اُن کا ہو سکے کس سے ادا  
جمع البحرین ہیں عرفان کے  
دیکھنے کو حق کے یہ آنکھیں ہیں دو  
دیکھنے کو مصحف رخسار جان  
ہلک غیبی کے ہیں دو شمس و قمر  
شمع دو ہوتوں میں دیدی ہیں تیرے  
اُسپہ بھی پہس تو اگر اندھا رہے

### مناجات بجناب باری تعالیٰ

اپنے کوچہ کا ذرا رستہ بتا  
کوئے فرقت میں رہا میں ہی پڑا  
درد تجھ کو ڈال کر مت کرتبہا  
کفش بردار ہوں مگر اُس نور کا  
تیرا کہلا کے کہاں جاؤں خدا  
دوسرا درجہ اب ملتا نہیں  
پہنچوڑوں گا کہیں میں تیرا در  
پرنہ مجھ کو تجھ سے سوا ہے دوسرا  
اور نہ کرواؤ گئے شرمسار  
باغ سے تیرے ہو پناہ اور بس  
پرنکر شرمندہ آگے اور کے  
ایک مدت تک رہا میں دور تر

آنکھی برکت سے مجھے بھی یا خدا  
سانہ کا میرے ہر اک واصل صوا  
میں بھی تو اُس نور کا سایہ ہوں آہ  
گرچہ نالائق ہوں بدکار اور بُرا  
نیک ہوں یا بد بھلا ہوں یا بُرا  
مت اُٹھاؤ امت سے اس در سے کہیں  
اپنی رحمت سے بھلا یا دور کر  
مجھے ہیں بندے ترے بے انتہا  
دیکھ عزت پہر مجھے مت کرو خوار  
مت مسلط مجھ پر کہ شیطان و نفس  
تجھے ہی شرمندگی بس ہے مجھے  
شامت اعمال سے اپنے مگر

ہو کے قائل اپنی تقصیرات سے  
 کیا کروں میں غد تقصیرات کا  
 آہ وزاری سے اٹھا دست دعا  
 تجکو ہی تجھے طلب کرتا ہوں میں  
 نے گدائی تاجدار سی چاہیے  
 کر مجھے یوں اپنی الفت سے نوست  
 دے مجھے اب ہوش یارب اسقدر  
 ذکر ہوے تو تیرا ہوے سدا  
 غیر ترے جو ہو دل سے دور ہو  
 فکر باطل دل سے میرے دور کر  
 دے تڑب ایسی تو اپنے عشق کی  
 شعل ہووے درد و غم کے جام سے  
 درد و غم کرا سقدر یارب عطا  
 سینہ بریان چشم گریان جان  
 کر عنایت بخود سی اب مجکو دو  
 درد و الفت دے وہ اب دل کو سرے  
 خاک راہ درد مندان کر مجھے  
 دے وہ گریہ کو سرے شورائے غفور  
 تاکہ کروں غرق اس میں غیب کو  
 کر عطا ایسی طیش دل کو سرے  
 داغ دل سے کر مجھے باغ بہار  
 خانہ دل کو میرے ویران کر  
 رنگ غیر آئینہ دل سے دور کر

اب جو آیا ہوں تو مجکو بخش دے  
 تیرے آگے عجز وزاری کے سوا  
 مانگتا ہوں تجھے تجکو اے خدا  
 اور کی خواہش نہ اب کرتا ہوں میں  
 پر ترے کو چپ کی خواری چاہیے  
 جنے ہو میں سب خیال غیر لیست  
 تجھ پہ دیوانہ رہوں آہوں پہر  
 فکر ہوے تو تیرا ہووے سدا  
 تیر سی الفت سے یہ دل معور ہو  
 منظرِ ازار سے پر نور کر  
 ایک دم آرام نے پاؤں کبھی  
 ایک دن بیٹھوں نہ میں آرام سے  
 جو کہ دیکھے مجکو دے آنسو بہا  
 عشق میں کھینچوں سدا رنج و لب  
 آپکو کہوں کہ میں پاؤں آپ کو  
 درد میرے کو دوا ہو درد سے  
 جان بریان چشم گریان کر مجھے  
 جس سے ہو جا چشم طوفان کا نور  
 ماسوا لبر کے جو کچھ ہو سو ہو  
 ماسوا جانان کے سبکو پہنک دے  
 تاکہ آوے سیر کو وہ گلزار  
 گنج الفت اس میں بہرے سیر  
 تاکہ دیکھوں اس میں روئے سیر

دو جہان کی قید سے آزاد کر حرفِ غیریت کا ہو دل سے بدر پوست سے باہر نہ نکلے غیر دوست آپ کو اپنے مین پاؤں آپ سے غیر کی اُس مین نہ گنجائش رہے دور ہو حرفِ دوئی از درمیان تو ہی تو باقی رہے تن نور ہو	دامِ الفت میں پہنسا کر جسدِ تر جامِ وحدت سے مجھے یوں مست کر دوست سے کر پر مرایوں کچھ پوست دے رہائی مج کو یا رب آپ سے کر جگہ دلبر کی یوں دل میں مرے ہز گ و پے مین سماوے مثلِ جان ماؤں کا مرضِ دل سے دور ہو
--	---

اس مین بیان سے لطف اور احسان کا حضرت مولانا و ہادینا  
و مرشدنا قطبِ میان و آبِ نور الاسلام حضرت خداوندِ م  
مولوی نور محمد قدس سرہ کا کہ اوپر مجھہ ناکار بیچارہ بدراہ  
روسیاہ امداد اللہ چشتی نوری عفا اللہ عنہ نا نو توئی کے

دو جہان سے مجھ کو فارغ کر دیا خزینہ تن میں مرے دی آگِ ڈال ہر بن موسیٰ مرے نکلے شہار خاک کر دین ماسوا کو پہونک کر داغِ دل سے ہو گیا باغ و چمن دونوں عالم سے ہوا آزاد مین جو تجلی پائی اس مین نور کی موجزن امداد کے سینہ میں ہے غرق اُس مین دونوں عالم کو کروں ایک ذرہ ہے یہ نور اُس نور کا دو جہان کو اُس پہ کر ڈالوں نشان پہونکدے ماہی سے لکیراہ تک	جلوہ نور محمد نے اب آ خود کہا برقِ تجلی کا جلال دیکھ کر اُس شعلہ رو کی بہار اُن شہاروں کو اجازت دون اگر دیکھتے ہی لالہ سخ کی بھسبن پہنسا کر اسکی زلف میں آباد مین تھی شبِ معراج نے وہ زلف تھی بحرِ عرفان لطف سے اُس نور کے ایک چشمہ بھی جو اس سے کہوں اک جاب اُس بحر کا ہے یہ سما گرد کہاؤں اُس کا درشا ہوار جو کہاؤں اُس تجلی کی چمک
--	--

یہ رہے نہ وہ رہے بے مین نہ تو  
بل نہ حرف ہو رہے پھر جان تو  
اس جگہ خاموش رہنا چاہیے  
رکبہ قدم امداد اس جا تہام تہام  
لطف و احسان اُس کا لکھہ سکتا ہو کب  
دیکھہ بیان مست مار دم امداد اب

مُؤْتَسِلِ مُؤَبَّقَاتِی رَہے خُود ہُو ہی ہو  
ہُو ہی ہو باقی رہے خود ہو ہی ہو  
بے باطن مت زبان پر لائے  
غور فحس عام پر کرو السلام  
سر قلم کا بھی تسلیم اس جا ہے اب  
بندہ ہو کر حق سے اگر حق کو طلب

ذوق شوق محبت الہی کے بیان میں

اے خدا کے مالک خسرو دوسرا  
تیسری دوری سے بہت بیتاب ہوں  
بیقرار رہتا ہوں بہت اے کبیر یا  
تو ہی بتلا آپ اپنی محکو راہ  
بن بلائے تیرے اے شاہِ جہان  
واسطے اپنے ذرا صورت دکھا  
اس دوری نے کر دیا دور اسقدر  
بحسبِ وعدت سے مجھے لاکر بیان  
دور کر کے مجھ سے کثرت کے حجاب  
ناکِ قید راؤ من سے چھوٹ کر  
پہرین اپنا اُس کو کہے راہبر  
وہ بھی تو اک وقت تنہا ہی کبیر یا  
بحسبِ وعدت میں یہ جان ہی غفلت  
ملک میں ہستی کے اے امداد آ  
قید، ہستی میں پہنسا تو اسقدر  
سہم و پیمان جو کئے تھے تو نے وہاں

دردِ فرقت سے میرا دل ہے چرا  
 ریگ پر چون ماہی ہے آبِ ہوں  
 ڈھونڈنے لگو کہاں جاؤں بتا  
 جس سے پہچون تجھے تلک اے بادشا  
 تجھے تلک میں پہنچ سکتا ہوں کہاں  
 تاکہ جی قیدِ دوئی سے چھوٹ جا  
 آپکی بھی میں نہیں رکھتا خسر  
 ڈالایوں کثرت میں اے جانِ جہاں  
 جلوہ وحدت دکھاں لگو شتاب  
 اصل سے اپنی کہیں پاؤں خبر  
 تجھے تلک پہنچوں کہیں اے باخبر  
 جز وجودِ پاک کے کوئی تنہا  
 کچھ دوئی کا تانہ و بانِ رخ و عن  
 گم کیا ہے آپ کو تو نے پہلا  
 اصل کی اپنی نہیں سمجھو خسر  
 کچھ بھی اُن سے یاد رکھتا ہے پہلا

<p>راہ سے بے راہ تو اب ہو گیا وہ کیا ہرگز نہ تو نے اختیار</p>	<p>عہد و پیمان توڑ کر اے بے وفا جس لئے پیدا کیا تھا تجھ کو یار</p>
<p>اور اے گم کردہ راہ مستقیم یار کی باتوں سے یہ کہنتی سے کیا پوچھ باتیں اُس سے اُس دلداری کھم سے دلداری تو داستان آفرین اے قاصدستان سے کہتا ہے حق میں مرے کیا دلربا اور بائیں بھی ہے کچھ سوے وفا سچ بتا جو کچھ اُسے منظور ہے آفرین اے مایہ اقبال من ماسوا سے کر دیا فسادِ غم آگ جس سے یوں مرے دل میں لگی ہر بن موم سے نکلتا ہے دھواں آفرین اے قاصدِ دلربا تجھ پہ ہوتا ہے میرا جان و تن لیگیا تحقیق دل سے رنج و غم تاکہ ہو دین مست سب دیوار و در زمر مہرِ حقیقت و مناسے کچھ خبر تاکہ چہو میں سنکے حالِ دلربا دے خبر بھر خدا بھر خدا کس نے مجھے وہاں ناراض ہے</p>	<p>نہ تو اے شکنندہ راہ قدیم گوش جان سے سن تو بلبلس سے ہے یہ بلبلس یار کے گلزار کی آفرین اے بلبلسِ بہتان جان آفرین اے بلبلسِ داستانِ حی قاصدا جلدی خبر مجھ کو سنا مجھ سے راضی ہی ہے وہ دلبر بتا یا ہمیشہ سحر پر سرور ہے آفرین اے پیکِ فرخِ فال من آفرین اے بلبلسِ خوشخوآن تجھے ہیں نوا میں کیا تری آتش بھری سوز دل سے مرے باآہ و فغان آفرین اے ہر ہر شہرِ سبا آفرین اے طوطیِ شکر شکن کہ تو پھر مجھ سے ذرا حالِ صنم خند کے یاروں کی دے مجھ کو خبر پھر سنا بھر خدا اے نامہ بر ہے دل و جان دونوں غم میں مبتلا مسکن و ماوسی سے پھر میرے ذرا پھر کبھی کبھی یار بے پروا سے</p>

کیوں خفا مجھ سے ہوا وہ بے سبب  
کہہ ذرا بھرسد خدا اک حرف تو  
جس سے ہوتے کمین کچھل کو مرے  
ایکے دن وہ تھا کہ ہسم اور وہ سنم  
ایک دن وہ تھا کہ ہم سے دل با  
خوش و دوران تھا کہ گاہے زکرم  
خوش زمانہ تھا کہ اس بجران میں  
پھر تاتھا صحرا بہ صحرا کو بہ کو  
آخرش ایک شب بصد رنج و الم  
سہرنا نو غم سے اُسکے پیٹھ کر  
جان لبون پر حسرت گفتا رہے  
وہ قیامت قامت پیمان شکن  
قنہ ایام آشوب زمان  
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ صبر منیر  
ناگہان در سے مرے وہ بے حجاب  
زلف مشکین دوش پر ڈالے ہوئے  
بے محابا پاس میرے آن کر  
یہ کہہ اے شیدا دل محزون مرے  
آتش فرقت میں تیرے دل کا حال  
میں کہا اُس سے قسم الہی  
بٹیکر اک دم سر بالین پر  
ساتھ اپنے لے گیا وہ خود پرست  
میں نے اُس سے کیا اے خوش دا

عہد و پیمان توڑے کیوں کلینت سب  
از زبان آن گار تنہا خو  
وہ بیان کر مجھے ہوں قربان ترے  
مثل بوی گل تھے آپس میں ہم  
گاہ خوش ہوتا تھا اور گاہ ہے خفا  
مارتے راہ وفا میں تھے قدم  
مجھ پہ جو گذرے تھا اُس آن میں  
اپنے اُس دلبر کی کرتا جستجو  
میں کروں تھا گوشہ میں یاد ضم  
کہینچھا تھا دل سے آہ پر شر  
دل بھرا تو میدیے دیدار سے  
آفت دوران بلاے مرد و زن  
خانہ سوز صد چوہن بے خانہ  
خود بخود ہوتا ہے یہاں رونق پذیر  
لب گزان ڈالے ہوئے رخ سے نقا  
اور نگہ سے کار عالم کا کیے  
پوچھنے مجھے لگا وہ باخبر  
وے بلاکش عاشق مفتون مرے  
کیا ہے کچھ توئنے سے تو اپنے نکال  
جان اب مجھ میں نہ کچھ طاقت ہی  
اٹھ گیا بے ساختہ وہ باخبر  
عقل دین میرا وہ سارا ایک لخت  
پھر میں دیکھوں گا تجھے کب یہ بتا

یہ لگاتار مجھے دیکھے گا تو | خواب میں اپنے پر آدھی رات کو  
یہ داستان بیچ بیان تاسف اور ندامت کے اوصاف  
کرنے عمر کے بیچ اس چیز کے کہ نفع نہ دے قیامت کو او  
بیچ محنوں اور غرض قول نبی صلعم کے کہ سورالمومنین شفاء لینی  
جھوٹا مومن کا شفا ہے

پہنیں رہے غفلت سے اس جنجال میں  
کچھ نہیں طاقت ہے اب مجھ کو رہی  
بھر موسیٰ ہے وہ آتش جلعو گر  
جس سے جل کر خاک ہو تن اور بدن  
غیر حق ہو جس سے جل کر سب کبیا  
راہ پر ہو جو کہ در راہ حبیب  
مست ہوں پیٹے سے جسکے استدر  
کچھ نہ آوے غمیر دلبر کے نظر  
تاکہ فارغ ہوں ز قید ماسموا  
چھوڑ پیالوں کو لگا دو منہ سے غم  
کرتا ہے تسبیح اُس کی دل مرا  
کیونکہ ہے اللہ تو رب غفور  
حیف ہے صد حیف کہوئی عمر سب  
کہوئی اپنے ہاتھ سے ہوئی تمیز  
عمر علم رسم میں گذری مری  
اُس سے کچھ حاصل نہ خطا و خال ہے  
کچھ نہیں حاصل ہے اس سے خبر خط  
مولوی باور نہ کہے پھر کلام

عمر گذری ساری قیل و قال میں  
اے ندیم اب بہر حق اوہن تو سہی  
اے ندیم اب کفش پاسے دور کر  
دے تجھے اب وہ شراب شعلہ زن  
اور پلا جلدی سے وہ مجھ کو شراب  
وہ شراب اب مجھ کو دے تو لبیب  
دے شراب ایسی مجھے اب جلد تر  
جس طرف دیکھوں اُٹھا کر کے نظر  
وہ پلا مجھ کو تو اب بھیر خدا  
اور مئی غمرا کھنسا ہے لاؤ تم  
اُٹھ توجھ کر ذرا بھیر خدا  
خوف مت کرا بتو اے صاحبِ سحر  
تنگ ہے افسوس وقت عمر اب  
آہ صد افسوس یہ عمر عزیز  
علم رسم دور کر مجھے انجی  
علم رسم سارا قیل و قال ہے  
دل کو کرتا ہے یہ مُردے سے بتر  
طبع کو افسردگی بخشے دام



علم کان برتن زنی مارے بود  
 خراج توئے علم گرتن پر کیا  
 علم سے کرے صفائی دل کی یا  
 علم حق ہے جان علم عاشقی  
 عاشقی کا حکم حق ہے اور درست،  
 جسکے دل میں ہونہ الفت یار کی  
 ہونہ جس دل میں محبت کا اثر  
 جسکے دل میں ہونہ ہر فکر خان  
 راز باطن اس سے کب تجھ پر باز  
 علم رسمی گو تو کیسا ہی پڑے  
 جو کوئی قصہ بان نہوے یار پر  
 جو نہوے، مبتلائے ماہ رو  
 جس کسی کے ہونہ دل میں معیار  
 الغرض اس علم رسمی میں اخی  
 علم دین ہے فقہ نفسیہ و حدیث  
 عمر سے تیرے کوئی پوچھے اگر  
 سن تو اس ہفتہ میں اے مرد خدا  
 فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم  
 یہ معلوم اور یہ خیالات صومر  
 جو ہو دل خالی ز عشق و لہبران  
 دل کو علم عشق سے خالی اگر  
 سنگ استنجا شیطان ہے وہ دل  
 حیف ہے رکھتا ہے جو توائے دغل

علم کان بر دل زنی یار سبود  
 ہو گیا حق میں وہ تیرے اژدہ  
 ہے وہی پھر تیرا یار و نمکسار  
 باقی ہے کرا بلیس شفق  
 اور سوا اسکے میں سارے علم مست  
 ہے بلا شک وہ تو قابل ناز کی  
 ہے خدا کی مار اس پر پیشتر  
 کہنے ابنان ہے وہ پر از استخوان  
 گو ترسی شاگرد ہوں سو فخر راز  
 راز باطن اس سے کب تجھ پر کھلے  
 اُس کا لائق ہے جدا ہوتے سے سر  
 نام اسکا لوح انسانی سے دھو  
 اُس کا لائق ہے کہ ہو پالا کباب  
 کھو چکا تو عمر اپنے کام کی  
 جو سوا اس کے پڑے ہو وہ نصیبت  
 سادہ باقی ہیں اس میں شک نہ کر  
 اب پڑیگا علم بتلا کو نسا  
 ہندسہ یار نمل یا اعداد سوم  
 فضلہ شیطان ہے یہ سنگ پر  
 سنگ استنجا شیطان اسکو جان  
 رکھتا ہے بے حیا تک خور کر  
 دل نہیں پر ہے سر شرت آج کل  
 سنگ استنجا دیوانہ بونسل

لوح دل سے فضلہ شیطان ہو  
 چند خوانی حکمت یونا نیاں  
 پڑھ چکا تو حکمت یونا نیاں  
 مسلم معقولات بے بنیاد ہے  
 بحث خود صرف مین کی عمر صرف  
 دل کو روشن کر بانوار جلی  
 خسر رازی اور ارسطو بو علی  
 اُن کو جو پڑھتا ہے تو اسے زشت خو  
 سرور عالم شہر دوسرا  
 سورا رسطالیس سور بو علی  
 مومن کے چوٹے بین ہوئے شفا  
 کھالیا ہے زہر اگر تھو نے ذرا  
 سینہ اپنا جا کے تو صد ہاک کے  
 کب تلک افسوس زار سی بیشمار  
 کب تلک بیہودگی سے گفتگو  
 کب تلک اس فکر باطل مین بہلا  
 فکر کرا سکا جو تیرا یا رہو  
 سن دف وٹنے سے وہ کل مرد عرب  
 گوش جان سے سن ذرا سے نیک نغہ  
 تھا عرب مین ایک مرد خوش ادا  
 ایک دن فرحت سے وہ مگر غم  
 اور کھتا تھا یہ خوش الحان سے  
 ہود ہی تم قوم اے مردان کار

اے مدرس درس عشق ہم بگو  
 حکمت ایما نیاں راہم بخوان  
 حکمت ایمانیون کو بھی تو جان  
 مغز کو خالی کرے گا تاجکے  
 اب تو فصل عشق سے پڑھ ایک حرف  
 کیون بنا ہے کاف لیس بو علی  
 مین یہ باطل اور اُن کے علم بھی  
 خاک اور کتون کا جھوٹا کہا ہے تو  
 کہتا ہے مومن کے جھوٹے کو شفا  
 کب شفا حضرت نے فرمایا انہی  
 کافرون کا جھوٹا ہے زہر اور بلا  
 جا کے کھائے یاق تا ہو وے شفا  
 دل کو تو آلودگی سے پاک کر  
 شرم کر حق اور نبی سے ابتویار  
 تو کر لگا اب بتا اے زشت خو  
 تو میگا مبتلا اے بے حیا  
 درد و غم کا تیرے حامی کار ہو  
 کھتا تھا خیا خوب از روئے طب  
 قول اک مرد عرب کا چمہ تھے  
 عشق سے رکھتا تھا کچھ ذائقہ  
 دائرہ اور نے بجاتا تھا جسم  
 یعنی اس منہ مون کو جی جان سے  
 مدرسہ مین رہے کیون لیل و نہار

کچھ کیا حاصل نہ تھے زینہار  
جو کہ کرنا تھا کیا تم نے نہ کام  
حق حق و بقی بقی میں یہ عمر عزیز  
پر کبھی تم نے نہ ذکر اس کا کیا  
ذکر میں اور فکر میں غیروں کے گاہ  
چھوڑ کر کے تم نے کو چہ یار کا  
ہے مہارا ذکر در غیر الحبیب  
لوح دل سے دھولے نیکذات  
ساقیا یک جرعه از جام قدم  
تا کرے شوق پر دہ ہندار کو

جز خیال اور وسوسہ اسے نابکار  
عمر باقوں میں کسری ناحق تمام  
تم نے کہوئی را لگان اسے بے تمیز  
جس نے یہ تم کو دیا ذہن و ذکا  
جان اور تن کو کیا ناحق تباه  
لے لیا ہے آہ رستہ نار کا  
کچھ نہیں عقبے میں اب تم کو نصیب  
علم جو دیوے نہ عقبی میں نجات  
دے تو اب امداد کو بھروسہ کر کم  
یار کی آنکھوں سے دیکھ یار کو

یہ داستان بیچ قطع علائق اور گوشہ نشین ہونے خلائی سی

جو کہ دے توفیق رب العالمین  
تج کو خلوت میں ہے عزت اے فنا  
جولے گوشہ سے عزت بر ملا  
دامن عزت سے پامت کر بدر  
گوشہ خلوت میں تو بیٹھا اگر  
جو تو دیو نفس سے پاوے امان  
جس طرح پر یان جو رہتی ہیں چہی  
اس طرح جب دور ہو تو خلق سے  
کب حقیقت سے کھلیگا تجھ پر  
ہو وے کب حاصل تجھے راہ خدا  
جو تو چاہے عزت دنیا و دین  
جس نے پایا کچھ بھی خلوت کا مزا

ہو وہ قیل و قال سے عزت گزین  
اختلاط خلق سے ڈھونڈ ہے کیا  
خلق کے ملنے سے پہر حاصل ہے کیا  
کیون پھرے سے چون گدایان رب  
پھر قدم ہرگز کبھی باہر نہ دھر  
جا پرسی کی طرح سے ہو جا نہان  
دیو کے ہاتھوں سے رہتی ہیں پچی  
نفس اور شیطان کے ہاتھوں سے بچی  
تو مجازی سے نگذرے گا اگر  
جب تک چھوڑے نہ دنیا کا مزا  
خلوت از مردم دنیا گزین  
ہو گیا وہ دو جہاں کا پشوا

ہو گئی وہ رشک صد نور شید و بدر  
اس لئے مقبول ہے پیش خدا  
سارے ناموں کا وہی سردار ہے  
لیل قدر اور اسم اعظم ہے تو ہی  
اور جمع ماسوا اللہ سے ہونے  
لیکہ علم اور زہد ہو دین جمع گر  
اس میں ذلت ہے تجھے بے انتہا  
تو سمجھہ اسکو ذرا لے نیک ہے  
غور سے سن اُس کو لے مرد شریف

جو ہوئی پوشیدہ سب سے لیل قدر  
چہر رہی ہے جو شب قدر لے قتا  
ہے نہاں جو اسم اعظم اس لئے  
ہو تو گر عالم سے پنہاں اے ولی  
بیٹھ جا گوشہ میں لے فرزند مرد  
گنج مقصد ہے یہ خلوت اے پسر  
علم بن مت بیٹھ گوشہ میں قتا  
اوپر ہے علم ہی بے زہد کے  
اسپہ یاد آیا مجھے قصہ لطیف

حکایت ایک عابد جاہل کی کہ غار میں رہتا تھا اور جو ان  
دنیا دار کی

عالم و فاضل ولی صاحب کمال  
منتفی و پارسا و محتشم  
صورت ظاہر میں مانند قمر  
لیکہ باطن میں تہا بد اور زشت خو  
ریخ تھا اس بات سے اُس شیخ پر  
علم کی تعلیم کرتا تھا اُسے  
بھاگتا تھا پڑھنے سے ایدہر اُدہر  
نیک باتوں سے اُسے آتی تھی عا  
کرتا تھا برعکس اُسکے وہ پسر  
باپ نے اُس کے کہ سن لے چیا  
دور ہو جا پاس سے میرے کہیں  
گاؤ خرچی تجھے رکھتے ہیں شرف

تہا کسی جا ایک مرد خوش خصال  
عالم و زابر۔ سخی اصل کرم  
رکھتا تھا گھر میں وہ اپنے اک پسر  
گرچہ ظاہر میں تھا از بس غورو  
ناخلف تھا حد سے زیادہ وہ پسر  
الفت پدری سے پراے نیک ہے  
اپنی کم بختی سے لیکن وہ پسر  
کرتا تھا صحبت بدون کی اختیار  
کہتا تھا جس بات کو اُسکا پدر  
آخر شر اک روز تنگ ہو کر کہا  
جو کہ تجکو لکھنا اور پڑھنا نہیں  
میں نہیں دیکھا ہے تجھسا ناخلف

ایسے نالائق سے کیا امید ہے  
 دور ہو گھر سے نکل اے بے حیا  
 بے حیائی سے یہ بلا وہ پسر  
 عرض کی اُس نے کہ حضرت خوب  
 ایک گھوڑا خوب سنا دیتے  
 تاکہ جب تک میں کہیں نوکر نہوں  
 سنکے اس کے باپ نے پھر جلد تر  
 ایک گھوڑا جو کہا تھا لے دیا  
 اور کپڑوں کے کئی جوڑے بنا  
 جاتا حافظ خدا اے بد گھر  
 ہو کے رخصت باپ سے راہی ہوا  
 شہر شہر و در بدر بھرنے لگا  
 رفتہ رفتہ آخر شش و نوجوان  
 کہتے ہیں اُس شہر میں تھا اک امیر  
 اُس امیر نیک کی اے خوش ادا  
 دے تھا عرضی نوکری کی اُسکی جو  
 عرض اس نے کی جو میں جا کر کہا  
 ایک مدت تک سواروں میں رہا  
 پھر جو کی قسمت نے اُسکی یاوری  
 چند عرصہ میں ہوا وہ نوجوان  
 عیش اور عشرت میں وہ پہنچے لگا  
 ایک مدت تک رہا اُس تہ پر  
 اُس پسر کی جس گھڑی اُسے نیک نام

دین و دنیا میں نہ کام آوے سدا  
 نوکری کر جا کہیں اور کہا کہلا  
 ہے خوشی میرے ہی یوں ہی اوپر  
 جلد چلو آج رخصت کیجئے  
 اور خرچ ماہ کچھہ دیدیتے  
 قوت بسری اس سے میں اپنی کروں  
 کر دیا تیار اسباب سفر  
 اور خرچ راہ بھی کچھہ دے دیا  
 ساتھ اُس کے کر دیے اور یوں کہا  
 پھر قدم ہرگز نہ رکھو تو ادھر  
 پھر نہ موند اس طرف کو اس نے کیا  
 نوکری کی جستجو کرنے لگا  
 اک شہر کے بیچ پہونچا ناگمان  
 صاحب حشمت امیر نے نظر  
 نوکری کا تھا قلم جاری سدا  
 اوسکو نوکر اپنا کر لے تا معان  
 نام اُسکا جہٹ سواروں میں کہا  
 ہوتے ہوتے عہدہ پھر بڑھے لگا  
 فوج ساری کا ہوا افسر یہی  
 صاحب حشمت امیر کا مران  
 بے غم و بے رنج بے محنت سدا  
 جب ملک چاہا خدا نے وہ پسر  
 عیش و عشرت کی ہوئی مدت تمام

کی قضائے ہو نظر نوریع دگر  
 نے رہا لشکر نہ وہ فوج و سپاہ  
 نہ قلعہ نہ محل نہ وہ بار گاہ  
 رہ گیا جیسا کہ تھا پہلے وہ مرد  
 ہاتھ سے تقدیر کے وہ بے نوا  
 پھرتا تھا صحرا بصرہ در بدر  
 پھرتے پھرتے الغرض باسوز و  
 دن کو تو اس شہر میں پھرتا رہا  
 تا مسافر جان کر اس شخص کو  
 الغرض کی رات مسجد میں بسر  
 صبح ہوتے ہی وہ مرد بے نوا  
 سوچنے دل میں لگا اپنے جوان  
 تھا اسی حالت میں وہ مرد گدا  
 پہن کر پوشاک اور گھر سے نکل  
 اپنے اپنے گھر سے ہر اک مرد و زن  
 اس جوان کے دل میں یہ آیا خیال  
 ہو رہا ہے آج صحرا میں یہ کیسا  
 کھمبہ کے یہ اور آئینہ کے وہ مرد خدا  
 عنقریب اس شہر کے اک کوہ تھا  
 غار کے اندر ہی اندر و گدا  
 حق تعالیٰ اس کو قدرت سے مدد  
 اس لئے اس غار سے باہر اخی  
 اس کا بعد اکسال کے معمول تھا

دم کے دم میں ہو گیا زیر و زبر  
 نہ وہ دولت نہ وہ حشمت نہ وہ جاہ  
 دم کے دم میں ہو گیا بالکل تباہ  
 مطلق و مسکین پھر باسوز و درد  
 ہو کرین کھاتا پھرے تھا جا بجا  
 فقر و فاقہ سے ویسے خستہ جگر  
 ایک شہر کے بیچ جانکا وہ در  
 رات کو جا ایک مسجد میں پڑا  
 دے کھلا کھانا کوئی مرد نہ کو  
 ہو گئی اتنی میں صبح جلون گر  
 باہر آ مسجد کے در پر ہو کھڑا  
 یا الہی اب بتا جاؤں کہان  
 دیکھنا کیا ہے کہ اک خلق خدا  
 جاتی ہے جنگل کو دوڑی بی خلل  
 جانب صحرا روان ہے بے محن  
 دیکھ نہ تو تو بھی ذرا چل کر کے حال  
 بے محابا جو ہر یک جا ہے چلا  
 ساتھ ان لوگوں کے آخر ہو گیا  
 اس میں ایک درویش رہتا تھا سدا  
 رات دن کرتا عبادت کو ادا  
 بھیجتا تھا اسی جا پر طعام  
 وہ فقیر ہرگز نہ نکلے تھا کبھی  
 غار سے باہر نکل کر بیٹھتا

تھامیں ایک دن ہر سال میں  
 کوہ کی چوٹی پر آکر بیٹھتا  
 خلق اُس کے دیکھنے کے واسطے  
 منزوں سے آتی تھی خلق خدا  
 تھا وہ دن عالم میں گویا روزِ عید  
 اور کچھ خیرات بھی کرتے تھے وہاں  
 الغرض اُس دن اسی معمول پر  
 یہ جوان بھی تھا وہیں حیران کھڑا  
 اتنی میں اک شورِ خلقت سے اُٹھا  
 دیکھ کر درویش کو اُس کوہ پر  
 اور طلب کرتے تھے اُس درویش سے  
 اپنے اپنے مدعا کے واسطے  
 اور وہ درویش بھی بالاجب  
 الغرض اُس دن صبح سے تا شام  
 شام کے ہوتے ہی وہ پسیدہ  
 خلق ساری اپنے اپنے گھر گئی  
 سوچنے جی میں لگا اپنے جوان  
 آدمی ہر ایک اپنے گھر گیا  
 کر بسرِ جیون توں یہاں اس رات کو  
 کہے یہ اور بات کہ کبکڑی سر  
 جب گئی تھوڑی سے رات اُس کے تین  
 کیوں پڑا تنہا یہاں اے پُر خل  
 گر تجھے کچھ عقل ہے بے ہوشیار

باہر اُس دن آتا تھا ہر حال میں  
 آپ کو دکھلاتا سب کو دیکھتا  
 جمع ہوتی تھی تلے اُس کوہ کے  
 اُس کی زیارت کے لیے اُس دن  
 وہاں کا جانا سمجھتا تھا ہر اک سعید  
 لائق اپنے ہر کسیر و ہسر جو ان  
 جمع خلقت ہو رہی تھی بیشتر  
 دیکھتے ہوتا ہے یہاں کیا ماجرا  
 آئے حضرت سامنے دیکھو ذرا  
 دور سے کرتا تھا زیارت ہر بشر  
 بس دعائے خیر سب چھوٹے بڑے  
 لوگ اُس سے ہی دعا کروا تے تھے  
 اُن کے حق میں مانگتا حق سے دعا  
 ہنسا ہا اُس کوہ کی گردازِ دام  
 اُٹھ وہاں سے غار کے اندر گیا  
 رہ گیا وہاں وہ جوان اجنبی  
 میں بھلا اے دل بتا جاؤں کہ ان  
 تو کر یگا شہر میں جا کر کے کیا  
 صبح کو پھر دیکھیے جو ہو سو ہو  
 پڑ رہا جنگل میں تنہا خاک پر  
 دل تین اُس کے یہ خیال آیا وہیں  
 اُٹھ کے اُس درویش کی نعمتیں چل  
 کر تو درویشوں کی خدمت اختیار

صحبت درویش سے مسرور رہ  
 حب درویشان کلید جنت است  
 دوست درویشوں کا ہووے غنیمتی  
 چلکے اُس درویش کی خدمت میں  
 واسطے دنیا کے کیوں اسے پیچھے  
 کیا ہے جاہل رنج لے جانا تجھے  
 آخرت کے کار سے غافل ہو  
 دل میں اپنے بخت کر کے یہ خیال  
 اعتقاد دل سے وہ لے گیا ہے  
 دیکھ کر درویش بولا اے جوان  
 عرض کی اُس سے ہلے پیر  
 اور مجھ کو چاہتا ہے کچھ نہیں  
 یہ کہا درویش نے اے نوجوان  
 میری خدمت میں رہا کر تو سدا  
 بے کئے خدمت کوئی پاتا نہیں  
 ہر کہ خدمت کر د او محسوس شد  
 جس نے خدمت کی ہوا محسوس وہ  
 جو مجھے خدمت پسند آئی تھی  
 جہل سے اپنے وہ درویش غبی  
 جہل سے بدتر نہیں ہے کوئی شے  
 جہل سے ہو دل میں نخوت اور غرور  
 جہل تن میں اک بلائے جان ہے  
 ہو سکے جتنا تو رہ جاہل سے دور

اور ساری خلق سے بس دور رہ  
 دشمن ایشان سزائے لعنت است  
 دشمن اُن کا ہے بلا شک دوزخی  
 سیکہ کچھ راہ خدا اے بلاد  
 ٹھوکر میں کھاتا پھرے ہے در بدر  
 آخر اک دن یار مر جانا تجھے  
 دولت دنیا پہ تو مائل نہو  
 غار کی جانب تیرا گھوڑے کی چال  
 چلے کے قدموں پر پڑا درویش کے  
 کیا ترا مطلب ہے کہ مجھے بیان  
 ہے مجھے مطلوب اب راہ خدا  
 راہ حق بتلائی میں کس تیلین  
 گر یہی منظور ہے تو رہ یہاں  
 تا تیرا مقصود بر لاوے خدا  
 خدمتی محسوسم اب جاتا نہیں  
 ہر کہ خود را دید او محسوس شد  
 کی خودی جس نے رہا محسوس  
 ایک دم میں تجھ کو کیوں کا دلی  
 ہرپ کو سمجھتا عالم اور ولی  
 جہل کفر و شرک کی بنیاد ہے  
 رہتا ہے جاہل سدا رحمت سے دور  
 آدمی جاہل ہی کچھ انسان ہے  
 جاہلون پر ہو غضب حق کا ضرور



تو بھی اے ادا دگر ہے ہوشیار  
تیرے مانند تو جاہل سے بہاگ  
ہو بیان جاہل سے اکثر کام بد  
جب تلک زندہ ہے جاہل خوار ہے  
جہل سے اپنے گدائے آہ آہ  
جہل کا اُس کے کروں میں گریان  
الغرض پھر وہ جوان با صد خوشی  
پاس اُس درویش کے رہنے لگا  
جو کہ فرماتا تھا پیر اُس کے تئیں  
ایک مدت جب گئی اُس کو گذر  
ایک دن درویش نے اُس کو انی  
ہر طرح کی گفتگو کرنے لگا  
اُس جوان نے خوش چاہا پیر کو  
ہو جو گستاخی مری اس دم معاف  
یہ کہا درویش نے اے نو جوان  
عرض کی اُس نے کہ یہ جو آپ کی  
اُس کو تم وقت و ضوا و غسل کے  
دوسرے یہ ناک میں بتی جو ہے  
دونو باتوں کا مجھے دیجئے جواب  
یہ کہا درویش نے اے یار غار  
یہ کیا تھا عہد میں نے اُس گہری  
میں کروں گا نفس کے برعکس کا  
اس سبب سے رات دن میں

صحبت جاہل نہ کرنا اختیار  
جاہلوں کی ہوس ہے صحبت مثل آگ  
آخرت میں اُسکا ہوا انجام بد  
عاقبت اُسکا ٹھکانا نار سے  
عمر کو ناحق کیا یا روتباہ  
قہقہا مارے ہر اک پیر و جوان  
پُر رہا خدمت میں اُس درویش کو  
اُس کے کہنے پر عمل کرنے لگا  
جان و دل سے جہت وہ کرتا تھا وین  
پاس اُس درویش کے اے بھور  
سامنے اپنے بٹھایا باخوشی  
اُس جوان سے وہ فقیر سینوا  
عرض کی اُس نے کہ اے فرزندِ غو  
عرض خدمت میں کروں میں اف صفا  
ہو ترا دل چاہے کر مجھ سے بیان  
آنکھ پر ہے موم کی ٹکیا لگی  
دور کیوں کرتے نہیں ہوا آنکھ سے  
اُس کے رکھنے کا سبب بتلائے  
تاکہ ہو موقوف دل کا بیچ و تاب  
جبکہ کی بیٹھے فقیر سی اختیار  
جب تلک باقی ہے جی میں میرے جی  
گو وہ کیسا ہی ذلیل ہو اور خوار  
بر خلافِ نفس کرتا ہوں سدا

ناک کی بتی کا سن مجھے سبب  
یوں کہا اک روز مجھے نفس نے  
میںے بے عطر کے لی اے پس  
تاکہ آوے نفس قابو میں تمام  
اور سن تو دوسرا مجھے یہ اب  
بند میں نے آنکھ کو یوں کر لیا  
کیونکہ دو سے دیکھتے ہیں جس قدر  
اس لیے کافی ہے مجھ کو ایک بھی  
بند کی ہے آنکھ میں اس قدر  
اس قدر ٹکیا جانی موم کی  
سکے یہ باتیں جو ان نے یوں کہا  
عالم و فاضل ہے پر میسر اپر  
غسل کر نیسے جنابت کے کبھی  
اُس جنابت سے نہو گا پاک  
کیونکہ دہونا فرض ہے گا جسم سب  
اور تیرا عضو سارا اے عزیز  
یعنی تیری آنکھ ساری دیکھ لے  
دوسرے یہ ناک میں تیرے اڑی  
کس طرح تیر جی نماز ہووے درست  
اس کے اوپر آپ کو اب اذ فقیر  
ایسے عملوں سے خدا دیوے پناہ  
اس طرح کے زہر و تقویٰ سے ترے  
سکے یہ باتیں جو ان سے وہ گدا

نفس نے ایک بار کی خوشبو طلب  
عطر مجموعہ کا مجھ کو چاہئے  
گوہ کی بتی ناک میں اُس دن دھڑ  
ایسے اسے اس لئے کرتا ہوں کلام  
آنکھ کے ایک بند کر نیکا سبب  
حق کی نعمت میں نہ ہوا سرف تا  
ایک سے بھٹی آتا ہے نظر  
گرچہ میں نے بند کر لی دوسری  
تا کہلے ہرگز نہ یہ چہرہ عمر بھر  
حشر تک ہرگز نہ اتری گی کبھی  
گرچہ میں جاہل ہوں اے مرد خدا  
اُس سے میں اکثر سنی ہے یہ خبر  
خشک رہ جاوے اگر اک بان ہی  
گو کرے سو بار تن کو شست شو  
گر رہا کچھ خشک پاک ہوتا کب  
خشک رہتا ہے سدا کر لے تیز  
خشک رہتی ہے یہ نیچے موم کے  
ایک بتی گو کی جو حد سے شری  
جب تلک غسل و وضو ہو چست  
کہتا ہے تو صاف پاک اور بے نظیر  
دین و دنیا ہو کرے دو بوتاہ  
یہ تیل خادم بہت حیران ہے  
دل میں کر انصاف اور چپ رہ گیا

زلفوں میں رکھ کے سر اپنا فقیر  
شیر کے آگے ہوں جو رو باہر  
ایک عرصہ تک تامل میں رہا  
کر کے تواضع اے دل اب ذرا  
اٹھ پہان سے کر کے تو بہ جلد تر  
غسل کامل اور وضو کو چست کر  
الغرض خدا ہو کے اٹھ کر بنیاز  
وہ مزا اور خطا سے حاصل ہوا  
وہ تجلی اُس گہری حاصل ہوئی  
ہو کے نادم پھلی باتوں سے بڑا  
علم دین جا کر کے پڑھ تو شہر  
شرم آتی ہے بڑا پے سے جچم  
اُس جوان نے سُننے ہی جھٹ بڑا  
سیکھنے سے علم کے اے بھروسہ  
ہو گیا درویش پھر تو بے خلل  
ہو گئے جب علم اور زہد ایک جا  
ہونا علم اور زہد آپس میں بھسم  
علم ہے جو راہ دکھلاوے تجھے  
زہد وہ ہے جو اکھاڑے بیچ سے  
جو جو ہے دل میں سوا حق کے بھرا  
یہ ہو کس دل سے ترے باہر کرے  
ڈرتے ہیں حق سے وہ مردانِ خدا  
انما بخشی ہے اُن کی سنان میں

مارے خفت کے ہوا ایسا حقیر  
اُس جوان کے سامنے اُس دم فقیر  
پھر کہ اپنے دل سے اُس نے یون کہا  
اس جوان کو اپنا تو مرشد بنا  
اس جنابت کو بدن سے دور کر  
باندہ پھر حق کی عبادت میں کمر  
کی ادا اس وقت جو اس نے نماز  
جسکا کچھ ہوتا نہیں ہے انتہا  
پھلے اُس سے جو نہ کیہی تھی کبھی  
اُس جوان کو پاس اپنے یون کہا  
پھر سکھایا کر یہاں آ کر مجھے  
اس لئے پڑھنے کو کہنا ہوں تجھے  
جو کہا تھا پیر نے وہ ہی کیا  
ہو گیا درویش راہ راست پر  
عالم و زاہد ولی بے بدل  
جب ہوا مقبول درگاہِ خدا  
رکھ سکے کب رہ میں عزت کے قدم  
دہوے رنگ گم ہی رہے ترے  
ماسوا دلبر کے دل میں جو ہے شے  
زندہ وہ شے ہے کرے سب کو فنا  
اور دل میں خوف و ڈر ظاہر کرے  
علم حق جنکو کیسا حق نے عطا  
بولتا ہے دیکھ حق قرآن میں

عالم و عامل ہیں جو بندے میرے  
انما یخشاہہ ان میں پڑھو ان  
جا حدیث کو علم حاصل کر  
جانتا ہوں میں جو تم کا فوج بھی  
روئے روئے غم سے دنیا لے لیا  
ٹکڑے ٹکڑے جس سے ہو سیدھا  
جلد دے امداد کے منہ سے لگا  
در دے ہو در دے اسکے کی دوا  
پہچو م دوز در چہ راغ بود

یعنی مجھے اب بہت ڈرتے ہیں کہ  
خشیت اللہ کو نشان علم جان  
دل کو علم خوف سے آباد کر  
یعنی فرماتے ہیں یہ حضرت نبی  
و کر کیا ہنسنے کا بلکہ بر ملا  
ساقیا وہ جام اب مجھ کو پلا  
دور و غم سے کر کے پیر اک جام لا  
تا کہ در دیار جہاں میں سما  
علم کان بہر کاخ و باغ بود

اس داستان میں مذمت ان علما کی ہے جو مشابہت  
رکھتے ہیں امرا کی اور دور رہتے ہیں فقر سے

نے زباغ و راغ واسطہ دگا و فر  
فقر سے ہو زیب و زینت علم کی  
فقر و فاقہ عالموں کا فقر ہے  
حشمت دنیا ہے ذلت علم کی  
مومنوں کا فقر ہی معراج ہے  
اسکو اسباب جہان سے زیب  
حشمت و مال و منال دینوی  
ہو گا تو آراستہ اسے نامور  
تو کر یگا زیب و زینت خوان کی  
ہو میسر کب تجھے یہ از حلال  
جز فریب دکر کے ہو جمع کب  
آوے جب کچھ ہاتھ میں مال حلال

فقر سے ہو علم کو زیب اے پسر  
فقر و فقر ہی کہتے ہیں حضرت نبی  
علم کی عزت بلا شک فقر ہے  
فقر و فاقہ سے ہے عزت علم کی  
فقر و فاقہ عالموں کا تاج ہے  
مولوی کو یہ گمان لا ریب ہے  
علم کا نقصان ہے حضرت مولوی  
قائم و فقر کب تلک یوں پہن کر  
اور کب تک مرغ و ماہی سے افی  
آپ کو انصاف لے صاحب کمال  
اسقدر مال و منال اے بالادب  
سو مشقت گر کرے ہو ہونڈ مال

اس میں بس اتنا تکلف ہو ضرور  
 موٹا چھوٹا کپڑا تن ڈیکھنے کو ہو  
 اور یہ تیرا اس قدر مال و منال  
 مال و ملک و دولت و باغ و بھار  
 نان و حلوا قند و شکر قورنا  
 جس کے اوپر آپ کو کہتے ہووا  
 علم دین سے یوں کرو جہنم اکھڑا  
 ہاتھ میں کچھ مال لایا شبہ ناک  
 آغوش تجگو کرے دین سے بری  
 مال و ملک و دولت بلخ و چین  
 ایک لقمہ بھی جو کھاوے شبہ ناک  
 اور لقمہ خستہ اسے نیک نام  
 تجگو مال و جاہ پر مفتون کرے  
 تو تو اس لقمہ کو کھاوے بے شبہ  
 ایسا لقمہ دین کو یوں کھاوے سن  
 تو برائی اور خباثت بدرگی  
 یعنی اک دانہ ہو اگر شبہ ناک  
 سینکڑوں تعظیم اور عزت سے بنا  
 تخم اسکا ڈالے اپنے ہاتھ سے  
 اور کیچین آب زمزم سے لے  
 اور اس کے کانٹے کے واسطے  
 اور پھیندین حضرت خیر النساء  
 اور گو نہ میں اس کو جوین جنتی

جو کی روٹی اور کچھ دال سوا  
 اس سے زیادہ ہو نہ پھر تجگو کہو  
 جمع ہو کیونکر یہ از وجہ حلال  
 مسند و تکیہ و خانہ زر و نگار  
 ہو میسر بے شبہ کیونکر بھلا  
 عالم و فاضل ہیں ہم باتقا  
 اور ہو کھانا پھر نا اس طرح کا  
 تاکہ ہو تو نرم پوش اور خوشخوار  
 یہ تن آرامی و یہ تن پروری  
 سب یہ گدن میں پڑینگے طوقین  
 خاک کھا اور ڈال تو دانو تپہ خاک  
 زہر قاتل ہو ترے حق میں تمام  
 نور عرفان دل سے وہ بیرون کرے  
 دین اور ایمان ترا کھاتا ہے یہ  
 اندر اندر بس طرح لکڑی کو گھن  
 شبہ کے لقمہ کی جس جیسے انی  
 او کو لیکر حضرت ابراہیم پاک  
 بو دین کعبہ کے حرم میں بڑا  
 اور گاؤ پھر خ سے بونا کرے  
 حضرت ابراہیم اگر پے پے  
 آمہ نو سے اگر دانٹے بنے  
 جبر اسود سے بنا کر آسپا  
 بانوشی کو شر کے پانی سے انی

اور خمیر اُس کے پہ پڑے بے عد  
 اور جلاوین لاکے حضرت جبرائیل  
 اور پہونکے آگ اُس کی دم بدم  
 اور پکاوین حضرت مریم اُسے  
 اور اگرچہ تو پڑ ہے اے ہوشیا  
 مگرچہ اس پر ایسے ایسے ہوں عمل  
 باوجود ایسی کراماتوں کے یار  
 اخروش خاصیت اُس کی جب کہلو  
 راہ طاعت میں تجھے بچان کرے  
 راہ جنت کا چڑا کر بے خلاف  
 درد دین کا ہے تجھے اپنے اگر  
 ورنہ ہو گا دین تیرا سب تباہ  
 کر کے محنت اور مشقت باکمال  
 اس ہوا و عرس سے تو درگزر  
 جو ہووے جامہ اٹلس تجھے  
 ہو نہ گرجنہ اسب مخمل گلبان  
 نان و علوا قورمہ زردا پلاؤ  
 ہوں نہ یہ کھانے اگر باقند و مشک  
 سونے چاندی کے نہوں ترین اگر  
 اور نہوں گر پیالہ زرناب  
 اور سنہری آب خور گز نہوں  
 اور نہوں اسپ گر زریں لجام  
 گھوڑا ہاتھی اونٹ خچر جو نہ ہو

فاتحہ یا قتل ہوا اللہ احد  
 لکڑی ٹوٹی کی جھٹ بے قاتل قیل  
 حضرت عیسیٰ بنی اے محترم  
 نوح کے تنور میں اے نیک پے  
 اُس کے ہر لقمہ پر بسم اللہ ہزار  
 پر نہ اُس لقمہ کا کچھ جادو غفل  
 وہ نباشت اُس کی ہو پھر آشکار  
 وہ ہی لقمہ زہر ہو تجکو لگے  
 خانہ دین کو تیرے ویران کرے  
 راہ دوزخ کا بتاوے تجکو صاف  
 جلد اسکا کر علاج اے بے فہم  
 کر علاج اسکا ذرا بھرا لہ  
 جا کے پیدا کر تو کچھ توت حلال  
 کر قناعت پیشہ مت پہ در بدر  
 تن کے ڈھکنے کو ہی کھلی بس تجھے  
 اک گزی کافی ہے ڈھکنے کو بدن  
 اور بریانی تنجن نان پاؤ  
 تجکو کافی ہے پیاز و نان خشک  
 مٹی کی صحنک بھی کافی ہے مگر  
 کف سے پے سکتا ہے اپنے یارب  
 پی سکے ہے یار پانی جلون  
 پایا دو چل سکے ہیں چند گام  
 چل سکے ہے یا پیادہ یار تو

جو نہوے دور باش از پیش و پس  
یعنی گریہ وین نہ تیری باوقار  
اس سے بہتر ہے کہے تجکو ضرور  
اور نہوگر خانہاے زرنگار  
ہو نہ گردالان کوٹھا کوٹھڑی  
اور نہو وین فرش گرا بزمین  
مغل و دیبا کا تکب گریہ  
واسطے ڈٹھے کے گنگھی نہو  
اس جہان میں ہے توجنداک و زکو  
الغرض جس چیز کا چاہے یہاں  
جسکا چاہے توجہان میں ہو عرض  
اور جہان میں بے عوض ہے جان تو  
عمر کا بدلہ نہو سکتا ہے یار  
ساقیا بھر حنا وہ جام دے  
تا کرے امداد جا کر بے محن

دور باش نصرت خلق از تو بس  
آگے اور پیچھے نقیب اور چوہدار  
سارا عالم ہر طرف سے دور دور  
کر سکے ہے زندگی در کج غار  
رہنے کو کافی ہے خس کی چھوڑی  
بورے کہنہ پہ ہو گوشہ نشین  
رکھ کے چھوڑے کے نیچے یار سو  
اونگلیوں سے کنگھی کر سکتا ہو تو  
بن کے پھل سے کر بسر اوقات تو  
ہو سکے ہے اُس کا بدلہ بیگان  
تجکو حاصل اس کا بدلہ ہو عرض  
اپنی قدر عمر کی پہچان تو  
اس کو ہاتھوں سے نہ کھوای ہو شمار  
چھوٹ کر حرص و ہوا کی قید سے  
یار کے کوچہ میں قربان جان متن

بیان چیزوں مختصر متفرق کا اور بیچ اشارہ قولہ تعالیٰ کے  
ان الم یامرکم ان تذبکو البقرة النصار اور خلاص کے ساتھ

خرج جان اپنی کرواے عاشقو  
جو کوئی اس راہ سے آگاہ ہے  
ٹھوکرین کھاتا ہے سب کی وہ سدا  
گیند دولت کی وہ آخر لے گیا  
دو جہان سے اُس نے بازی جیت لی

دوستی میں اپنی گر تم راست ہو  
تن کو جانے ہے کہ سنگ راہ ہے  
جو کوئی اس راہ سے واقف ہو  
جان دی جس نے ہپائے دلر با  
بار کے قدموں میں جس نے جانی

گر حیات اور پیش خوش چاہے ہے یا  
 کر جوانی میں نشار دوست جان  
 لینے بچہ یا کہ بڑھی گائیں ہو  
 کر جوانی میں تو قربان آپ کو  
 جو ہوا بوڑھا گر ان جانی نہ کر  
 سب ہوئے برباد ایا م شباب  
 دن جوانی کے ہوئے آخر تمام  
 گذرا سن پنجاہ سے اور اک جود  
 ساتھ سے بھی عمر زیادہ ہو گئی  
 عمر تیری کام کی گذری ہے آ  
 تاکہ کام آتا وہ تیرے یوم دین  
 اب بھی تو اے عندلیب کتنہ سال  
 جو کیا نالہ نہ در فصل بھار  
 اب بھی تو بھر حلالے بے غبر  
 عجز سے روتو خدا کے روبرو  
 جو جوانی میں کیا تو نے نہ کام  
 تاکہ تو جانے زیان کا سودیا  
 غرق دریائے گناہ ہے تاجے  
 غرق دریا میں گناہوں کے بھلا  
 اذر بدیون سے تو اپنی روسیہ  
 گوش جان سے پیٹہ خلعت نکال  
 حضرت آدم کہ دادا سبکے تھے  
 اور فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا

گناہ نفس اپنے کو تو اول تو مار  
 جا عوان بین ذالک پڑہ جوان  
 اُن کی تسربانی نہ ہو دے جان تو  
 یار کے قدموں میں جو کچھ ہو سو ہو  
 بوڑھے بکرے کی تو تسربانی نہ کر  
 بھر دین کچھ بھی نہ کی تو فی شتاب  
 کچھ کیا حق کے لئے تو نے نہ کام  
 نے کیا تاکہ آتا اے جہود  
 کام کی جو بات تھی ہرگز نہ کی  
 ایک بھی سجدہ نہ تو نے کر لیا  
 وہ کیا ہرگز نہ تو نے اے لعین  
 کر شروع آہ و فغان چیزے بنال  
 کرا دا اُس کو خزان میں زینہا  
 توبہ استغفار تو ہر لحظہ تو  
 اس بڑھاپے کو غنیمت جان کر  
 کرا دا اسکو بڑھاپے میں تمام  
 بحق گنہ تو نفذ اور توبہ او دمار  
 وز معاصی روسیا ہی تاجے  
 تو رہیگا کب تلک مجھ کو بست  
 کب تلک رکھیگا اے حال تباہ  
 جد امجد کا تو سن بھر مجھے حال  
 اور خلیفہ تھے خدا کے جان لے  
 دی خدا نے رہنے کو جنت میں جا



مذہبی مذنب نکل اب بیان ہو جا  
داخل جنت ہو تو اسے رو سیاہ  
حق نے جنت سے دیا پھر دوڑا ل  
کس طرح جنت میں ہو اس کا کندر  
کر مدد یہ وقت ہے امداد کا  
ابن موت محروم رکھے دیدار سے

اک گنہ کرتے ہی سن اُن کو کھا  
تو طمع رکھتا ہے با چندین گناہ  
اک گنہ کے ساتھ آدم کو نکال  
جو کہے مدد مانگے شام و سحر  
حد سے گذرا انتظار اب ساقیا  
عمر گذری ہجر میں جلتے ہوئے

اس داستان میں بیان ہے مراد قول نبی صلعم کی کہ الوطن  
من الایمان کہ کیا عرض ہے اس سے

بے رحمی سے وہ ناامید ہیں  
یار کے دیدار سے محروم ہیں  
قید میں ہیں نفس اور شیطان کی  
اُن کی گردن میں ہے جہل پریشان  
یار کے کوچہ کو اٹھ کر جلد چل  
یاد کر اوطان اور عہد قدیم  
یار کے کوچہ کو اور اس عہد کو  
راہ لے کوچہ کا اُس کے جلد تر  
کہتے ہیں ایمان سے ہے حب وطن  
وہ وطن ہے اور جس کا نام نے  
کب کرے تعریف دنیا کی نبی  
ہو خطا سے کب بچھے ایمان عطا  
دو جہان کا ہوتا ہے سردار وہ  
اُس وطن کو نفس پر ہو کر سوار  
جس کو رغبت ہے سوئے اصل وطن

قید میں عصیان کے جو قید ہیں  
جو گناہوں کے پڑے ہیں جال میں  
تن بدن کو پالتے ہیں جو کوئی  
لذت تن میں پڑے ہیں جو کہ بد  
بند تن کو توڑ زندان سے نکل  
اٹھ توجہ کر سوئے ملک نسیم  
اٹھ کہیں بھر خدا ملک سوچ تو  
یار کی تجھ کو محبت ہے اگر  
ظاہر اور باطن یہ علم اے نیک تن  
یہ وطن ہند و عراق و شام کے  
یہ وطن دنیا کا ہے سب اے خفی  
دوستی دنیا کی سر ہے ہر خطا  
ترک دنیا کو کرے ہے یار جو  
چھوڑ کر دنیا کو جاتا ہے وہ یار  
نیک طالع ہیں وہی اے نیک تن

رکھتے ہیں وہ راہ اصلی پر نظر  
 جو مسافر چاہئے کرنا گذر  
 کر لیا تو نے وطن ہی اختیار  
 اس وطن کو کر دیا دل سے جدا  
 تو پڑا کب تک رہیگا خستہ تن  
 اپنا تو اصلی وطن آباد کر  
 کوئی ویرانہ میں رہتا ہے پڑا  
 اُس کو نادان ہی کرے بے اختیار  
 آؤں اور چند دن کے رہنے کا گھر  
 ظالم و فاسق موبدا طور کے  
 عیش اور آرام نرنگان میں کہاں  
 تاکہ تو اس قید سے ہو دے بدر  
 تو پڑا ہے قید میں اندر زمین  
 اس نجاست پر ہے تو مفتون یار  
 دیکھہ ہیں گھڑا کی آب و ہوا  
 تو رہیگا دور از اقلیم روح  
 ایسے ویرانہ میں کہوئے بال و پر  
 تو رہیگا اس سفر میں بستہ پا  
 اور اوڑا تو آپ کو پھر عیش پر  
 گر تو یوسف ہے کو میں سے آنکل  
 جسم سے چھوٹے تو روحانی ہو تو  
 ہو گیا مفتون تو اے خیرہ سر  
 جال میں تو نے پھنسا یا آپ کو

میں سعادت مند جو سب چھوڑ کر  
 اس وطن میں ہے تجھے جان اک سفر  
 دیکھ کر اس راہ کی باغ و بہار  
 شہر تن میں اس قدر تو آہنسا  
 اس وطن میں ہے جو یہ خود بے وطن  
 بوڑھنہ اور تن سے جان کو شاد کر  
 چھوڑ کر اصلی وطن اپنا بہلا  
 ہے یہ دنیا خانہ ویران یار  
 ہے پھر ویرانہ سمجھہ اور غور کر  
 ہے یہ جنت واسطے کفار کے  
 اور مومن کہے زندان یہ جہان  
 فکر کر ایسا کوئی اے بے خبر  
 آشیانہ ہے ترا عرش برین  
 چھوڑ کر کے اپنا خانہ زرنگار  
 کیوں غراب آباد میں ہے تو پڑا  
 کب تک اے شاہباز پر فتوح  
 حیف ہے صد حیف اے صاحب شہر  
 کب تک اے ہر شہر سبا  
 کر کے کوشش بند پاسے دور کر  
 کیوں پڑا خالی کو میں میں سر کے بل  
 تاعزیز مصر ربانی ہو تو  
 اس نجاست پر یہ سبزہ دیکھ کر  
 ایک دانس کے لئے اے زشت خو

آپ کو رسوا کیا اندر جہان  
ذکر و فکر حق پہلا اس میں کھان  
جان سے اک یار پر مفتون ہو  
خالصاً اک دلربا سے دل لگا  
کیون نہ ہو بیزار اس سے کردگار  
تاکہ ہو معلوم ہو جائے گا حال

واسطے تصویر بچان کے میان  
بھر رہے دل میں خیالات جہان  
لوح دل سے سب خیالات کو دہو  
یار ہر جائی نہ بن اے بیوف  
جب نہ تجھ کو ہو پسند ہر جاے یار  
ایک سو ہو کر یہ سن مجھے مثال

### حکایت بسبیل نیشل کے لکھی گئی

سیم تن نازک بدن اور مہ جہن  
جس کی الفت میں دل اک عالم کا چو  
ایک کو چہ میں ہوا اُس کا گذر  
دیکھ اُس کو ہو گیا عاشق بچان  
ہو گیا و مثال تصویر خیال  
ہو گیا کل محو اندر روے یار  
عشق کا اس کے ہوا زن پر اثر  
حال اپنے کو بیان کر مجھے تو  
کس لئے آئینہ سان حیران سے  
کیون بلا میں پڑتا ہے اے غیر ہر  
چہوڑ تجھ کو اب پہلا جادو کہان  
ہوش و عقل و صبر اور تاب و توان  
کام تجھ کو کچھ نہیں اب تجھ سے  
ہے مری ہمیشہ مجھے خوب تر  
جس پہن شمس و قمر دونوں ثنا  
آتی ہے چہچہے میرے وہ ماہ رو

تھی اک عورت خوبصورت نازنین  
زلف و رخسار و لب اُسکے رشک ہو  
ایک دن بانو و باصہ کرو فر  
انفاقاً سوختہ دل اک جوان  
اُس پر سی کا دیکھ کر حسن و جمال  
اوڑ گئے سب ہوش اور صبر و قرار  
اُس کو یوں مجنون و شیدادیکھ کر  
یوں کہا زن نے اُسے اے سادہ رو  
کیون کھڑا ہے کس کا تجھ کو دہیان سے  
جا بیان سے دیکھ اپنا کام کر  
اُس جوان نے یوں کہا تاجان جہان  
عشق تیرا لگیا اے میری جان  
عشق نے تیرے مجھے پیجو دیکھا  
یہ کہا زن نے اُسے اے بے خبر  
حسن میں بہتر ہے مجھے لاکھ بار  
دیکھ اُسے ہٹ کر ذرا اے سادہ رو

ہٹ کے پیچھے کو چلا چند ایک گام  
 دھول ایک مونہ پر لگائی جلد تر  
 یہ لگی کہنے اُسے اے خیرہ سر  
 اپنے لٹوئے میں جو صادق ہے تو  
 ہے یہ دعوے عشق کا اے بیچیا  
 غیر کو یوں دل میں پھر دیتا ہے جا  
 غیر پر مائل ہو ظاہر یا خسان  
 ہے حقیقت میں وہ مشرک سبب  
 کعبہ میں چاہے بنا نادیر کو  
 پھر چاہے کوچہ دل بر کی سیر  
 چشم دل سے دیکھ پھر حق کا جمال  
 کس لئے اچول بنائے بے حیا  
 ایک دلبر سے تو اپنا دل لگا  
 دہیان میں تیرے جواؤں سے خاک  
 ہے یہ اک نور منترہ اے جوان  
 ایک ہے نور شید اور زرہ مستزاد  
 ایک صورت جان لے لے بے خبر  
 اس تکڑے ہے حیران قتل حال  
 ہیں سب اسما و صفات اسی نکتہ دان  
 قند وحدت سے ہوئے ہیں بند لب  
 گفتگو کی قید سے دل چیت گیا  
 یار کے کوچہ کا دے رستہ بتا  
 ماسوا کی قسید سے آنا دکر

سکے یہ اور چھوڑ کر اُس کو وہ خام  
 جب لگا جانے تو زن نے دوڑ کر  
 ایک طمانچہ اُس کے منہ پر مار کر  
 میری صورت پر اگر عاشق ہے تو  
 غیر پر کی کیوں نظر میرے سوا  
 کرتا ہے دعویٰ تو میرے عشق کا  
 کیا یہی ہو ہے وفائے عاشقان  
 جو کہ ڈالے غیر پر اپنے نظر  
 عاشق حق ہو کے دیکھے غیر کو  
 رکھتا ہے دلبر تو داغ حب غیر  
 غیر کو نظروں سے تو اپنے نکال  
 دو سرا ہے کون بیان حق کے سوا  
 جو سوا حق کے ہے دے سب کو جلا  
 جز وجود مطلق اور ہستی پاک  
 تو کہان اور میں کہان عالم کہان  
 اول و آخر نہان و آشکار  
 ہے ہزار دن آئینہ میں جلوہ گر  
 ہے ہزار دن آئینوں میں اک جمال  
 ہے کہان سے کثرت آئینہ جان  
 اس کے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں اب  
 اس شکوے بند لبوں کو کر دیا  
 سا قیا اس دھخت و حشت پہوڑا  
 جام وحدت دیکھے ساتھی جلد تر

تالین سب چھوڑ کر کے بند تن بحر درد عشق میں ہوں غوطن

اس میں بیان ہے بلاؤں اور محنتوں کا جو عشق کی راہ میں  
ہیں اگرچہ بھاری ہیں لیکن سبک اور ہلکی ہیں عاشقوں پر  
بلکہ بڑی راحتیں اور چین ہے اوپر عاشق آزاد کے

ہیں طریق عشق میں صدمہ بلا  
عشق کے رستے میں لاکھوں ہیں الم  
محنت و خواری و ذلت اور خد  
کہانا اور پھینا نہ سونا ہے وہاں  
نے عزیز و نئے قریب و نئے شفیق  
ہوتے ہیں ہمراہ عاشق کے مگر  
لیکہ عاشق ماہران عشق ہیں  
عشق کے وہ آزمودہ کار ہیں  
جان بازی میں ہیں پختہ پر نہ خام  
تو بھی اے امداد اپنے سے نکل  
خار و خس کو غیریت کی آگ لے  
سن نہوئے میں تیرے کہے برا  
وہوئے مت اندر خودی کے بہتری  
راہ میں فقر و فنا کے سہل ہے  
ریخ و غم ہوتا ہے فرحت اور نوش  
بکریوں کا دیکھہ گلہ جس طرح  
بکریوں کی پاؤں کی گرد و غبار  
ہے اسی صورت سے حال عاشقان

اے دل نگین غم میں مبتلا  
آفت و درد و بلا و رنج و غم  
انتظاری بیقراری درد  
ہاں مگر ایک نالہ و آہ و فغان  
نے کوئی غم خوار اُن کا نہ رفیق  
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر  
ہیں وہ خوش ہر دم بلاؤں میں  
بادشاہ باطن ہیں ظاہر خوار ہیں  
بود سے اپنی ہیں بے خود کلام  
ہو کہ بخود کو چسپ دلبہ کو چل  
بافہ راغ دل تو تنہا راہ لے  
مت ہو تو اس میں تجھے ہے فائدہ  
بہتری ہے بخودی میں اے اخ  
جسم جان کو پہنچے غم گر پے پے  
جبکہ حاصل ہو و مقصود ملی  
بہیتر یا ہوتا ہے خوش اور با فرح  
بہیتر ہے کی آنکھ میں باغ و بہار  
سو بلاؤ درد و غم میں بیگان

اُن کو حاصل یہاں جمال یار ہے  
 عشق کی رہ میں ہو کب آسودگی  
 عیش و عشرت جب تلک ہوڑی نہ تو  
 ہونہ جب تک تجھ پر آسائش حوام  
 کب بہلا حاصل تجھے ہو راہ عشق  
 غیر ناکامی کے اس جا کا م نے  
 توشہ ہے اس راہ میں تقویٰ ترا  
 نان و حلوا کیا ہے تیرا جاہ و مال  
 نان و حلوا کیا ہے یہ فرزند وزن  
 نان و حلوا کیا ہے فکر نام و تنگ  
 نان و حلوا کیا ہے یہ باغ و بہار  
 نان و حلوا کیا ہے یہ طول و امل  
 نان و حلوا کیا ہے صن اے بد قماش  
 واسطے دنیائے دون کے ہوشیار  
 بے بقا کے واسطے اے خود پسند  
 عیش اور آرام تیرا اے جوان  
 تجھ کو یہ صبر و توکل سے چھوڑا  
 دہو دیا لوح توکل سے سبھی  
 گوشہ صبر و توکل چھوڑ کر  
 کان میں تیرے پڑا بھی ہے نسیم  
 یعنی ہے رزاق وہ پروردگار  
 رزق دے ہے وہ تجھے شام و صبح  
 جاقناعت پیشہ کراے بیخیر

گرچہ تن اُن کا مثال خار ہے  
 سر بسر ہے درد غم آلودگی  
 غیر حق سے اور تہنہ موڑے نہ تو  
 رکھ سکے کب عشق کے رستے ہر گام  
 مبتلا ہے تو تو اندر جو ر و فسق  
 عشق کی رہ ہے رہ ہم سامنے  
 نان و حلوا طاق میں رکھ اے قفا  
 باغ و راغ و حشمت و اقبال حال  
 تیری گردن میں پڑے ہوں طوق بن  
 جسکی خاطر ہے یہ ساری صلح جنگ  
 مسند و تکیہ و حسانہ ز رنگار  
 اور فریب و نفس و علم و بے عمل  
 یہ سہی تیری ہے از بھرم معاش  
 زیر منت ہو گا کس کس کا تو یار  
 ہو گا کس کس کا تو یہاں احسان مند  
 لیگیا ایک لخت یہ حلواؤ نان  
 در بدر رسوا پھر اتا ہے سدا  
 نام تیرا جان اے مرد غیبی  
 کیوں پھرے سر مار تا یہ ہر اودھر  
 حرف اتر رزق علی القرب الکریم  
 رزق سب کو دے ہے وہ لیل و نادر  
 پھر پھر ہے کس لئے تو در بدر  
 صبر کے گوشہ میں اب تو بیٹھ کر

گھر کے کتے کو ہی جامر شد بنا تاکہ دے تجھ کو دکھ راہ ہوا

اسمین بیان اُس عالم کے دنیا کو ترک کر کے پہاڑ کے غار میں بیٹھا تھا اور  
آزما نا اللہ تعالیٰ کا اُسکو امتحاناً اور نصیحت لینی اُسکو لکیتے سے

کوہ لبنان میں تھا اک عابدِ یقین  
چوڑ کرٹا ہر کی ساری چن و بچن  
دن کو رہتا تھا ہمیشہ روزہ دار  
قدرت حق سے اُسے ایک وقت پہ  
آدھا اُس سے رات کو کھاتا تھا وہ  
الغرض وہ رات دن مردِ خدا  
یوں بسرِ اوقات کرتا تھا گدا  
نانِ حلوٰ دیتا تھا اُسکو خدا  
آخر شش اک روز بھر امتحان  
انتظاری کی نہ آیا پر طعام  
جب نہ آیا شام سے لے تا سحر  
بہول سب جاتا رہا صوم و صلوٰہ  
اور نہ کی اُس نے عبادت کیچہ اور  
الغرض کی رات تو جون توں بسر  
آخر شش اوٹھکر وہ بائیں اضطراب  
کوہ پر ہو کر کھڑا وہ بے خطر  
جبکہ چاروں طرف کی اُس نے نظر  
کوہ سے پہنچے او ترک وہ اخفی  
سن تو اُس قریہ میں رہتی تھے تمام

غار میں جس طرح اصحابِ الرقیہ  
غار میں بیٹھا کرے تھا یا دحق  
رات کو کرتا عبادتِ شیشما  
نان و حلوٰ پہنچتا اے نامور  
اور سحر وہ فوشش کرتا نصف کو  
یامین اللہ کے مشغول تھا  
فکر کھانے پینے کا اُسکو نہ تھا  
بے مشقت اور بے محنت سدا  
ہو گیا موقوف وہ حلوٰ و نان  
وہ ہوا زار و نحیف اے نیک نام  
سیکڑوں آنے لگے دل میں خطر  
فکر کھانے میں رہا وہ ساری رات  
اور نہ سو یا رات کو وہ مطلقاً  
ہو گیا اتنے میں ہنگامِ سحر  
غار سے باہر نکل آیا شتاب  
اور لگا پھر دیکھنے ایدہ سدا  
دور سے قریہ اسے آیا نظر  
گانوں کے اندر گیا بائیں نوشی  
گہر اور قوم نصرا لالہ کلام

عابد اک کافر کے در پر ہو کھڑا  
گہرے دور روٹی اُس عابد کی  
اور کیا عابد نے پھر قصد کان  
گازن سے باہر نکل کر وہ جوان  
ایک کتا گہر کے دروازہ پر  
بھوک کے مارے بیٹھا احوال سنگ  
گرچہ آگے اس کے کوہِ بوی  
تو وہ کتا روٹی اس کو جان کر  
جو زبان پر آتا تھا لفظ خبر  
کتا بُو پاکر کے عابد کی ذرا  
جب لگا عابد کو پھونچنے ضرر  
ایک روٹی بچ رہی تھی اس نے  
کتا جب اسے فراغت پا چکا  
دوسری روٹی جو اُس کے پاس تھی  
دی کے اُس کو پھر ہوا عابد روان  
دوسری روٹی بھی جب وہ کھا چکا  
تیجے اس کے مثل سایہ وہ چلا  
ہو کے عاجز اُس سے عابد نے کہا  
تیرے مالک نے دو روٹی کے سوا  
سو وہ دونو جگوا ب میں دے چکا  
اور کیا چاہے ہے مجھ سے اے پلید  
قدرتِ حق سے وہ کتنا گہمان  
یہ لگا کہنے کہ اے مردِ خدا

یہ کھا کچھ دو مجھے بھر خدا  
لیکے اُس کو وہ چلا با صد غشی  
تاکرے افطار روزہ اُس سے وہاں  
غار کی جانب ہوا جس دم روان  
رہتا تھا مدت سے اے نیکو سیر  
رہ گئے تھے استخوان اور پوستِ رگ  
کینچتا گر گردہ پر کار بھی  
جان دیتا تھا وہ اوس پر بظفر  
وہ سمجھ کر خبز دے تھا اوس پر  
دوڑ کر جھٹ اس کے وہ تیجے پڑا  
ایک روٹی خوف سے دی جلد تر  
لیکے اُس کو دوڑا وہ مردِ نحو  
دوڑ کر عابد کا پھم پچھالیا  
تنگ ہو کر وہ ہی اُس نے ڈال دی  
اس کی ایذا سے کتنا پاوے امان  
جنم جھڑا کر کان پھر تیجے پڑا  
یہو نکتا اور کپڑے اُس کے پھاڑتا  
بینِ نہیں دیکھا ہے تجھ سے حیا  
کچھ نہیں مہکو دیا اے بے حیا  
پھر کیوں ہے گرد تو محکو بٹا  
کیا حیا تجکو نہیں ہے اے مرید  
گفتگو کرنے لگا چون مردِ امان  
غور کر ملک میں نہیں ہوں بیجا



بچہ پنے سے ابلتک اسے نامور  
گھر کا اس کے بن رہا ہوں دار بان  
گاؤ تو دنیا ہے مجھ کو پارہ نان  
اور گاہے بہول جاتا ہے مجھے  
گزرے ہیں مجھ پر بہت شام و سحر  
گاہ ہوتا ہے کہ پیسہ کسب کو  
ہفتہ ہفتہ گزرے ہیں یہ ناتوان  
پرورش پایا جو میں اس در اوپر  
گرچہ صد مار بج اب بہتا ہوں نہیں  
اس کی نعمت کا کبھی کرتا ہوں شکر  
کھیلتا ہوں عشق کی بازی سدا  
الغرض یہ عامی اس کے در سوا  
اور تجھے جو ایک دن اے فوجوان  
بس بنای صبر میں آئی شکست  
اپنے اُس رزاق کا در چھوڑ کر  
کچھ نہ کی رزاق پر اپنے نظر  
واسطے روٹی کے اپنے دوست کو  
اور دشمن اوس کے سے کی دوختی  
اب ذرا منصف ہوا اے مرد خدا  
سُن کے یہ عابد گرامد ہوش ہو  
اس سگ ملعون نفس لدا کی  
صبر کا در بھی اگر تجھ پر کھلے  
ساقیا میری خبر بے جلد آ

رہتا ہوں اس گھر کے دروازہ اوپر  
کریوں کا اُس کے ہوں میں پاسبان  
اور گاہے دے ہے مشقت استخوان  
کچھ نہیں اس دن کھلاتا ہے مجھے  
روٹی ہڈی کچھ نہیں آتی نظر  
نہ میسر آپ کو نے مجھ کو ہو  
خشک ٹکڑے کا نہ یا کچھ نشان  
اور کے در پر نہیں کرتا گذر  
در پر اس کے پر پڑا رہتا ہوں میں  
صبر سے رہتا ہے گاہے مجھ کو شکر  
ساتھ اُس کے میں بعد رنج و عناء  
اور کے در کو نہیں پہچانتا  
نے ملا تقدیر سے سلوا و نان  
غیر کے در پر گیا اے خود پرست  
گسبر کے در پر تو آیا دوڑ کر  
مانگنی آیا تو اک کاف کے گھر  
چھوڑ کر آیا تو بیان اے نیک خو  
کچھ حیا تجھ کو نہ آئی اے اخی  
بے حیا تو بے حیا میں ہوں بتا  
پیت کر سر ہو گیا بے ہوش ہو  
یہ نصیحت گبر کے کتے نے کی  
گبر کے کتے سے کمتر پھر تو ہے  
نفس اور شیطان کے ہاتھ سے بچا

نفس و شیطان نے کیا جھگوا سیر ہو کہین بھر خدا تو دستگیر

اسمین مذمت ریاکاروں اور مکا رونکی کہ بڑا لشکر شیطان کا ہے

واسطے زر کے بنے تو متقی  
جہ و دستار قلب بے صفا  
جاہ و عزت کے لئے اے نابکار  
ناکرین تعظیم سب شاہ و وزیر  
سارے عالم کو مطیع اپنا کرے  
تاکہ اس جھوٹی فقیری سے تری  
لائین نذرین پاس تیرے پیگان  
ہین جہان میں سیکڑوں اہل تیر  
جانتے ہیں سب کی خوبی و زیان  
اس سے وہ واقف ہیں بیشک ہو  
حال سے میرے نہیں واقف کوئی  
لاف تقویٰ اور عدالت کی سدا  
جس یہاں کی عزت اور دولت ملے  
کرتا ہے تحصیل جاہ و اعتبار  
متقی و عاقل پر ہینہ گار  
کہو دیا ہے ہاتھ سے اسلام دین  
دین و ایمان سے پڑا تو دور تر  
مکر و حیلہ بھر بھیصر صرام  
چھوٹی غیبت سے نہ تیری ہر وید  
ہر طرح سے چسپاں سے چھپال  
ایسے وصفوں کے ہے قافلہ جہود

کیا ہے دنیا جان اے مرد غبی  
شان و مسواک تسبیح و ریا  
زہر کا دوا ہو تجھ کو بیشمار  
لے بنا تقویٰ کی صورت بے نظیر  
ہے گمان تجھ کو کہ ایسے مکر سے  
ہے توقع تجھ کو اے مرد غبی  
معتقد ہو کر کے سب اصل جہان  
یہ نہیں معلوم تجھ کو اے عزیز  
ہین بہت عالم میں عاقل نکندہ دان  
یہ جو کرتا ہے فریب و مکر تو  
پر یقین ہے تجھ کو اب بیشک یہی  
اپنی خود بینی سے تو ہے مارتا  
فکر میں ہر دم ہے تو اسبات کے  
کارنیرا سر بسر لیل و نہار  
واسطے زر کے بنے اے نابکار  
نان و حلوہ کے لئے تو نے لعین  
جاہ و عزت کے لئے اے بے خبر  
دین دیا تو نے لیا نان حرام  
مال کھاتا شاہوں کا باکر و شید  
لے فریب و مکر سے شاہوں کا مال  
پھر یہ تقویٰ اور عدالت باوجود

ہے ہمیشہ برقرار اور پاسدار  
سنگ و آہن سے بھی مضبوط ہے  
کچھ نہیں نقصان فریب و کمر سے  
نے خلل اس کو کسی شے سے عزیز  
یہ عدالت اور تقویٰ کا بکار  
جو نہیں نقصان کسی شے سے  
اس عدالت اور تقویٰ کو تبرے  
ہوں وضو محکم بنی تمیز

### حکایت تمثیل

حال اس عورت کا شہنشاہ عزیز  
شہر ہر امن تھی سن اک بیوہ زن  
نام اس عورت کا تھا اے ہوشیار  
بس عبادت سے اُسے لیل و نهار  
صبح سے لیکر کے تا وقت عشا  
بعد عشا کے صبح تک وہ بے شور  
ایک دم بھر مردین ہتی نہ تھی  
آتا جو اس بے حیا کے پاس یار  
لے نماز شام سے تا بامداد  
اور نہ خالی ہوتی تھی اس کی دوتا  
جو کوئی لاتا مراد اپنے وہان  
زندہ اور او باشش کے مقصود کو  
اُس کی چکی چرخ کے مانند یار  
اور اسی حالت میں پھر وہ نابکار  
جس کسی کے نیچے سے اُٹھتی بنار  
بے وضو بے غسل بے نیت سدا  
تکے او پر کہتی تھی و بد گھر  
ایسی بد ذاتی سے پیر وہ بے حیا  
جو کہ تو کہتا ہے کچھ عقل و تمیز  
کہنہ رند حیدر ساز پرفتن  
کہتے ہیں بی بی تمیز ہوشیار  
تھی سدا رغبت بہت اے ناعار  
با وضو رہتی تھی اے مرد خدا  
رات بھر کرتی زنا فسق و فجور  
گرچہ پھر ہوڑ باچار ہوئے کوئی  
آگے اُس کے پڑتی تھی دامن پیر  
نامرادوں کو سدا دیتی مراد  
ایک دم بہرے قلم لے نیکات  
جہت رقم کرتی وہ اسپر بیگان  
خوب بر لاتی تھی وہ اے خوب رو  
پھرتی ہی رہتی سدا لیل مہنار  
کرتی تھی حق کی عبادت بیشمار  
ہوتی تھی فی اسحال مشغول نماز  
خوب کرتی تھی رکوع سجود ادا  
با وضو رہتی ہوں میں آہوں پہر  
آپ کو کہتی تھی میں ہوں پارسا

کیا کہوں مجھ کو قجب ہے بڑا  
حیرت آتی ہے بہت اے نیکے  
خوب رہتا ہے وضو تیرا بجا  
کر بیان کچھ حال اسکا مجھے تو  
سنگ روئین سے ہی ہے مضبوط تر  
جو کسی شے سے نہیں اس کو گرنے  
ہر طرح کے کار سے قائم رہے  
سو جنابت سے نہ ٹوٹے نہا کہو  
سو فریب و مکر سے ہے پاؤں  
بے حیا بے شرم جو ہو اس قدر  
بام دے وہ جس سے ہو سیدنگار  
آتش دل سے مین ذالون سر پہ خاک

ایک دن ایک زندے اُس گھا  
اس طرح کے کار سے تیرے جھے  
باوجود ایسی جنابت کے سدا  
نیت اور آداب یہ محکم وضو  
یہ وضو تیرا حسن اے نیکو سیر  
بلکہ ہے سد سکندر سے دو چند  
ہے مثال ایسی ہی تقویٰ کی ترے  
جس طرح بی بی تیسزہ کا وضو  
یوں ہی تقویٰ اور عدالت تیرا یار  
ہے خدا کی مار ایسے شخص پر  
ساقیا آند سے گذرا انتظار  
کر کے تانا بس کے دامن کو چاک

اس میں مذمت اُن درس کھنے والوں کی ہے کہ مقصد  
اُن کا محض ظاہر کرنا فضل اور علم اور بزرگی اپنی کا اور  
دہو کا دینا ہے خلقت کو

مکرو حیلہ کا ترے یہ وعظ و پند  
تاکہ ہو مشہور علم اور فضل نام  
آپ کو ڈالے ہے تو اندر خلل  
خلق میں مشہور ہو نیکی کے لئے  
سو خرابی اور بلا میں تو پڑے  
مرد وزن کے واسطے ڈالے ہو جال  
سو فریبوں سے تولایا دام میں  
جال میں تیرے پڑے اے پر غرور

کیا ہے دنیا جان تو اے خود پسند  
درس تیرا اس لئے ہے صبح و شام  
بھرا ظہار فضیلت اور عمل  
تو یہ کرتا اب جو وعظ و پند ہے  
علم و فضل اپنا جتانے کے لئے  
ہر طرح اپنا جستا فضل و کمال  
تاکہ ہوں تاج فخر کے کچھ عام میں  
جاہل و نادان و بے عقل و شعور

معتقد تیرے ہوئے وے پر ضرور  
 جاہلون میں بیٹھ کر بن بن سدا  
 خوب سی تقریر کو دی کر کے زیب  
 دوسری کو تو نصیحت ہو بدام  
 راہ جنت کی بناوے اور کو  
 رہ بتاوے اور کو گلزار کا  
 شہد و شربت اور کو دے ہے پلا  
 کرتا ہے اور دن کو سیدھی لہ پلا  
 پہنچتا ہے اور کو گلزار میں  
 ہے یہ سب اس واسطے اے پر غفل  
 خوب سی شیخی جتنا می کہوں کر  
 پر اصول و فرع تیری اے اخفی  
 کچھ حیا بھی تجھ کو آتی ہے بتا  
 جان اس رہ میں نیرا کیا غول ہے  
 کرتا ہے جو تو ریا کا وعظ و درس  
 یہ ریا کا جو سرا ہے و غلط و پسند  
 ہوتی ہے جس درس میں روک و ریا  
 چوری پوشیدہ دل میں یہ ریا  
 فخر لا حول سے اس چور کو  
 دولت ایمان لی اس نے بچا  
 درس جو قربت نہوا اس سے غرض  
 آپ کو جس نے اگر اس مرض سے  
 تاکہ یہ جا کر کے بے روئی و ریا

کو نہ شوقی کا نہیں جن کو شعور  
 علم و فضل اپنا جتنا یا خوب سا  
 جاہلون ناواقفوں کو دے قریب  
 اور ہوئے خود فصیح لا کلام  
 آپ لے دوزخ کی رہ بے گفتگو  
 اور لیوے آپ رستہ نار کا  
 آپ پیتا ہے پیالہ زہر کا  
 اور ہوئے آپ گمراہ جان کر  
 آپ کو ڈالے ہے تنہا غار میں  
 لوگ جاتے تائیں علم و عمل  
 مگر اندر مگر لکھا ہے ہنر  
 محکم ان دوسے نہیں ہے ایک بھی  
 حق تعالیٰ اور پیسے سے ہلا  
 یہ ریائی درس نامعقول ہے  
 ہے یہ ہی شیطان نیر اور نفس  
 زہر ہے باطن میں اور ظاہر میں قند  
 درس ہے کب ہے وہ اک قہر و بلا  
 دولت ایمان کو ہے لوٹت  
 قتل جس نے کر دیا اے نیک  
 باخوشی جنت میں جاڈیرا کیا  
 ہے نہیں وہ درس لیکن ہے مرض  
 کر دیا آنا و جان اے نیک پے  
 اس کے قدموں پر کرے سر کو فدا

نفس و شیطان نے کیا زیر و زبر کر کے امداد انکی پہچان سے بھڑا اس کے قدموں پر کرے سر کو خدا	ساقیائے بھرتی میسر ہی خبر وقت ہے امداد کی امداد کا تاکہ یہ جا کر کے بے رومی وریا
--	--

اس میں مذمت اور بُرائی اُن لوگوں کی ہے کہ جو ہمیشہ  
اسباب دنیا کا اکھٹا کرتے رہتے ہیں اور غافل ہیں حاصل  
کرنے اسبابِ عقبی کے سے

آفت جان ہے ہر اک پیر و جوان اور کرے راہ ہدٰی سے تجھ کو گور ہو گیا تو راہ حق سے دور تر اس طرح کے نان و حلوانے تمام لیگیا ہے رونق اسلام کو بیخ و بن سے تو اکھاڑ اور دور کر آپ کو بارگراں سے تو نکال واسطے دنیا کی دون کے سر بسر سعی دنیا میں رہا تو مستلا اس کے رہ میں کند فہمی احمق اس کے پیچھے جاے جیسے فرنگل جو کہ چاہے تھانہ وہ حاصل ہوا کیا ہوا حاصل تھے جزدرد سر کار دنیا کا بھی برآ تا میں کار دنیا کے بھی سب ہوتے دست جو کوئی دنیا، دون کو ترک کر اپنے اس اس کی جانب رجوع	کیا ہے دنیا لینے اسبابِ ہول یہ کرے قرب خدا سے تلگو دور کر دیا قربان اسپر اپنا سر کر دیا ہے تلخ تیسرا یار کام اور بھی اکثر تر اے نیک خو جلد اس اسباب کو اے بھرہ ور اور اس دنیا کی دو نپر خاک ل سمی تیری ہے یہ اے صاحب ہنر سعی کچھ جانی نہ عقبی کی ہے کیا اس کے رہ میں موشگافی اے شقی پیچھے اس کے دوڑی ہے از جان ل باوجود اس سعی و محنت کے ذرا سعی دنیا میں رہا تو عمہ بھر سعی عقبی کی جو تو کرتا میں کار عقبی کا جو کرتا بند و بست اس لئے فرماتے ہیں خیر العشر ہوتا ہے جھٹ باخضوع و باخشوع
---	---

<p>کار اسکے دنیا و دین کے تمام اس کے اوپر یا دانی اک مثال</p>	<p>ہوتے ہیں آسان سب انیکیم کان دہر کرشن کسے اے خوشنما</p>
<p>اسمین بیان ہے کہ اختیار کرنا کار تھا کوئی ایک مرد صالح نوجوان پاس اس کے کہتے ہیں تھا ایک شتر اتفاقا دن جو آیا جمعہ کا اور آدھے دن جمعہ کا اس لئے مرد حیران ہو سکے لایا اے خدا گر میں دون کہتی کو پانی اب یہاں اور نماز جمعہ بھی دون ملے سے گرنے دون کھیتی کو پانی اس زمان جو میں ڈھونڈوں اونٹ کو جنگل میں جا اس تردد سے وہ مرد خوش لقا آخر شش بولا تامل کر کے وہ کیونکہ اس دولت کو ہے بیشک بقا یعنے کار دین کو ہووے بقا جو کہ فانی سے لگاوے دل عزیز کہتے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ جا غرض تکبیر مسجد اس نے کی جا کے مسجد میں ہوا مشغول ذکر بانضوع دل بصد عجز نیاز ہو کہ فارغ جبکہ آیا اپنے گھر ہے کھڑا اپنے مکان پر اے میں</p>	<p>حضرت کا اوپر کار دنیا کے بہتر ہے کر تا تھا کھیتی کا پیشہ اے میں بھاگنے کی اُس کو عادت تھی مگر اونٹ اُس کا بھاگ جنگل کو گیا تھا کہ پانی زرع کو دھنڑ سے پانی دینے کا بھی یہ وقت ہے صلہ اونٹ اپنے کو میں پھر پاؤں کھان ہوں خرابی میں پڑا اسبات سے ہوتی ہے بالکل خراب ایہربان پس نماز اور زرع دونو کہو چکا ہر طرح کے رنج میں نہتا ہنلا چل نماز جمعہ کو جو ہو سو ہو اور سوا اس کے ہے سب شے کو فنا اور کار دینوی کو ہے فنا اس سے زیادہ کون ہے بسن تیز جج مسکینوں کا ہے دن جمعہ کا آبرو قربانی کا پایا اونٹ کی اور بھلائے دل سے سب دنیا کے فکر سامنے حق کے پڑھی اس نے نماز دیکھتا کیا ہے کہ وہ اُس کا شتر عاجز و مسکین غریب و ناتوان</p>

اپنی بی بی سے یہ پوچھا اُس نے کہا  
یہ کھا عورت نے اُس کے اے بیٹا  
ہو کے گرد اس کے قوی سا بیٹریا  
شکر حق کرنے لگا وہ نیکو  
اب میں جا کر سنیچتا ہوں کہیت کو  
کل نہ آوے ہاتھ میں تیرے اگر  
آخر شش اٹھ کر وہ مردنہ جوان  
جا کے دیکھا کہیت کو جو غور کر  
خود بخود اُس نھر سے بس بیگان  
ہو کے حیران مرد بولا اے خدا  
ہے نہ ہمایہ مرا ایسا بھلا  
پوچھا آخر اس نے ہمایا یوں جا  
بولے سب ہے یہ عجب اکابر  
سنیچتے تھے ہمتو اپنے کہیت کو  
روکتے تھے ہر طرح سے ہم اگر  
ہو گئے لاچار جب اے باادب  
حکم حق سے کہیت میں نیرے میں  
ہو کے شادان اور غرم وہ جوان  
جو کوئی دنیاوی دون کو ترک کر  
آپ خود اگر یہ دینا اے قلیل  
دین کو دل سے کرے جو اختیار  
اور جو حق کو چھوڑ دنیا میں پڑے  
جس نے کی دنیا مقدم دین پر

کس طرح یہ اونٹ آیا ہے بتا  
اک درندہ اُس کو لایا ہے پینا  
مار کر یہاں تک اسے پہونچا گیا  
یہ کہ رب لایا ہے میرے اونٹ کو  
اپنے اُس معمول پر جتنا کہ ہو  
جنر کو تو مت چھوڑ پر اے بھڑور  
کہیت کی جانب ہوا اپنے روان  
پایا سب سرسبز اور خوش ناز تر  
اس کی ہر کیاری میں ہے پانی روان  
کہیت یہ سیراب کیونکہ ہو گیا  
کہیت میں پانی میرے دینا جو  
کہیت میں پانی میرے کس نے دیا  
خود بخود پانی ایدہر کو ہو لیا  
پر یہ پانی جانتھا تیرے کہیت کو  
پر یہ تیرے کہیت میں گزرتا گذر  
چھوڑ کر آخر گئے ہم بیٹھ سب  
ہر کیاری میں ہوا پانی روان  
شکر حق کرنے لگا بس بیگان  
باندھ لے حق کی عبادت میں نجر  
پانوں میں اس کے پڑے ہو کر زمیل  
خود بخود دنیا ہو آسپہن شار  
دین و دنیا سب خراب اپنی کرب  
وہ ہوا خوار و تباہ خستہ بگر



ہو گیا اُس شخص پر تہہ نہ  
ہونہ حاصل دین اور دنیاۓ دون  
ساقیا وہ جام دے اب نو بنو  
چھوڑ کر دنیاۓ دون کو مہر بر

سوال کرنا کسی زاہد کا ایک امیر سے کہ کس قدر سعی اُس امیر  
کی پخت حاصل کرنے اسباب نیا کے اور تنبیہ کرنا اور ڈانٹنا  
اُس کا اوپر حاصل کرنے سامان آخرت کے

ایک عارف نے کہ تھا صاحبِ حال  
کہ دل تیرا ہے ہر شام و سحر  
سعی تیری بھر دنیاۓ دے  
یوں کہا اُس نے کہ بے حد شمار  
یہ کھا عارف نے اُس کو تو بھلا  
کیا ہوا حاصل پختے میرے خلیل  
پر جو ہے مقصود اے روشن ضمیر  
یہ کھا عارف نے اس کے ہر جواب  
رنج و غم میں تو عبرت اس کے مینا  
قبلہ اپنا شغل کو اس کے کیا  
جانتا ہے وہ جو کچھ تو اے فتنا  
مدعا دل کا تیرے اس سے کہیں  
ہے بھلا دنیا بھی یہ عجبے کا گہر  
اُس کچھ حاصل تجھے کیونکر ہو جان  
یعنی اس دنیاۓ دون سے اچھے  
مرد وہ ہیں جو کہ دنیا چھوڑ کر

ایک منعم سے کیا اُس نے سوال  
درپے مال و منال اے نامور  
کس قدر ہے کہ تو اے مردِ غنی  
کار میرا ہے یہی لیل و نهار  
رہتا ہے اس کے نگ و دو میں ہلا  
یہ کھا اُس نے کہ کچھ قدر قلیل  
پہ نہ آیا اس سے کچھ عشر عشر  
فکر میں تحصیل کے ہر روز و شب  
مگر کرتا ہے اپنی رایگان  
عمر اپنی اسپہ کی تو نے فدا  
اس سے کچھ حاصل نہیں بجگو ہوا  
کچھ نہیں حاصل ہوا اے نیک بین  
سعی کچھ اُسکی نہ کی تو نے مگر  
میں نہیں کہتا تو کہ اے نکتہ دان  
دارِ عقبی ہووے حاصل کب تجھے  
باندھتے ہیں راہ عقبے میں مگر

کرتا ہے ہر دم نسا ز اپنی قضا  
اس سے رہتا ہے تو غافل ہر زمان  
لامعقبے کو دیا دل سے بھلا  
چھوڑتا مردار دنیا کو اگر  
پائون میں پڑتی ترے بے فاقہ قیل

اور تو بھر گاؤ نفس بے حیا  
یاد حق کو تو ناز نہ ض جان  
اس جہان فانی میں توفانی ہوا  
واسطے عقبے کے تولے بھرہ در  
خود بخود بے زال دنیا ہو ذلیل

اس میں یہ بیان ہے کہ جو شخص دنیا کو چھوڑتے اور ترک کرتے  
میں دنیا ان کے پیچھے دوڑتی ہے اور جو لوگ دنیا کے  
درپے ہوتے ہیں دنیا ان سے بھاگتی ہے حکایت

بانو شیشی بیٹھا تھا اندر خافتہ  
جمع بیٹھے تھے بصد صدق و یقین  
سامنے کو آگئے اٹھتے ہوئے  
اور اس کی جستجو میں دوسرا  
سب سے عاجز اور حقیر و ناتوان  
اٹھتا جاتا تھا وہ باصد کردار  
جاتا تھا بد بخت کو آجوں ہوا  
ہاتھ آتا تھا ناک بھی ایک کے  
ماجر ایسا کہیں دیکھا نہیں  
اور پیچھے مرغ کے کو اہے کیوں  
زارغ باغی مرغ کا تارح ہے کیوں  
ایک کا تارح ہوا جو دوسرا  
جنس سے ہے جنس کو میل ادا غی  
ساتھ دن کے دن ہے اور ہے شب کیل

ایک صاحب دل ولی باعز و جاہ  
اور گردا کے مرید اور طالبین  
ناگہان سہ جانو ایک طرف سے  
ایک کے تھا ایک پیچھے بھاگتا  
ان میں آگے تھا کبوتر بس دان  
اُس کے پیچھے مرغ زرین بال پر  
اور پیچھے مرغ زرین کے اٹرا  
کرتا تھا البسی ہر اک کوشش و لے  
دیکھ یہ بولے مریدائے شاہین  
کیوں کبوتر کے ہے پیچھے مرغ یوں  
ہے کبوتر کا مطیع کیوں مرغ یوں  
جنس ہائے مختلف میں ہے یہ کیا  
جنس کا طالب ہے اپنے ہر کوئی  
جنس جانب جنس کمر کہتی ہے میل

اور کافر پر ہو کافر مبتلا  
ساتہ بدکاروں کے ہوں بدکاریاں  
بیلون کے ساتھ بیل خوش رہیں  
جنس سے انسان کے اے نیکے  
بے تکلف راہ حق کی سیکھ لے  
فیض ہو ہم جنس سے سب کو شتاب  
کب پکڑتے اُن سے انسیت بشر  
راہ حق لیتے فرشتوں سے شتاب  
اور ہوں ہم جنس سے لکھم فتح یاب  
غیر جنسیت سے ہو و تنا ضرر  
زہر و طاعت سے ہے انبلائے  
خواب و غور میں اس لئے ہے مبتلا  
حق نے بود و نون کی اس میں جمع کی  
نفس امارہ بنے ہے اس گھڑی  
نفس لواہ بنے اُس وقت پر  
آوے لواہ کی جانب دوڑ دو  
ملہم کی طرف پھر رکھتا ہے پا  
مطمئن ہووے وہ حاصل و داد  
ماجران طائرون کا پھر سنا

ہوتا ہے مومن کا مومن آشنا  
صالحون کے ساتھ ہون صالحان  
زاغ ہمرہ زاغ کے ہو کر اُوڑیں  
انبیا اسوا سے پیدا ہوئے  
آدمی تاملکے اپنی جنس سے  
جنس سے ہو جنس اپنے کامیاب  
انبیا ہوتے فرشتوں سے اگر  
کب بھلا انسان ہو کر بے حجاب  
اک خلاف جنس سے ہوں سو حجاب  
فائدہ ہم جنس سے ہو جس قدر  
روح جو آئی ہے ملک امر سے  
جسم ملک خلق سے پیدا ہوا  
انس کی پیدائش ان دو سے ہوئی  
جو کرے یہ میل جانب خاک کی  
اور کرے جو روح کی جانب گذر  
میل ملک امر کا جب اس میں ہو  
جو بہت کوشش سے لاہوتی کو جا  
بعد نہذیب اور کمال اجتہاد  
اس سخن کی کب ہے امداد انتہا

جواب دینا اس صوفی کا مریدوں کو واسطے تسکین اور دلجمعی کے  
اور بیان کرنا حال طائرون کا لکھیک کے پیچھے دو سرا اوڑتا تھا

یہ مریدوں سے تو اپنے کریبان

مرد صوفی کو ندا آئی خسان

ہیں مثال ان کی سمجھ اور غور کر  
دوسرے طالب ہیں اُسکے بالضرور  
ایک سے ایک بھاگتا ہے دور تر  
ایک کو ہے دوسرا کرنا طلب  
مرغ زرین کے فریب و مکر سے  
تاکہ اسپر آپ کو قربان کرے  
ہانتہ آتا مرغ زرین کے نہیں  
حرص سے جاتا ہے کو ابلے حیا  
گر چہ پوشش کرتے ہیں بے انتہا  
جاتا ہے حق کی طرف بے ذیل و قال  
دوڑے ہے عارف کے پیچھے بیکان  
چون زغن مُردار دنیا پر پڑے  
ہوتا ہے مردار دنیا پر نشا ر  
دوڑتا ہے ہر طرف ہو بے قرار  
مرد حقانی کے جاتے پڑے  
مکر سے اس بے حیا کے خوف کر  
بھاگتا ہے اُس سے دہ مرد خدا  
بھاگے ہے جو اس سے یہ اس باس جا  
بھاگتی ہے اُس سے یکو سون مہان

جو اوڑھی جاتے ہیں یہ تین جانور  
بھاگتے ہیں ایک جو دنیا سے دور  
یہ مثال ان کی ہیں تیسو جانور  
طالب و تارک ہیں جو دنیا کے اب  
بھاگتا ہے یہ کبوتر پے بہ پے  
اور درپے مرغ زرین اسکے ہے  
لیکھ ہرگز یہ کبوتر نازنین  
اور پیچھے مرغ زرین کے اوڑا  
پر نہ ہانتہ آتا ہے اک کے دوسرا  
جان عارف ہے کبوتر کی مثال  
اور زرین مرغ تو دنیا کو جان  
زارغ یعنی اہل دنیا حرص سے  
کر تو دنیا دار کو کوا شمسار  
اہل دنیا واسطے دنیا کے یا  
لیک وہ مکارہ ان سے بھاگ کے  
بھاگتا ہے مرد حقانی مگر  
دوڑتی ہے اُس کے پیچھے پر سدا  
ہے بھی دنیا کا یار و ماجرا  
اور جو اس کو طلب کرتے ہیں بیان

### تتمیل

نیک لوگوں کا ہوتا معلوم حال  
تخت پر بیٹھا تھا با صد عنو جاہ  
تھے کھڑے آداب سے لاشی غلام

اور سن اسپر تو مجھے اک مثال  
ایک دن مارون رشید بادشاہ  
اور گرد اُس کے از بس لا کلام

مہربان بن پر جو کچھ سلطان ہوا  
جو کہ توشہ خانہ میں موجود ہے  
سنئے ہی مختار کارون نے جہی  
حکم چھ لوندی غلاموں کو دیا  
جس کو اس نعمت سے بے مطلوب ہو  
سنئے ہی اس بات کو لوندی غلام  
کچھ کسی نے اور کسی نے کچھ لیا  
ہو خفا باندی سے یوں شہ نے کہا  
عرض کی لوندی نے جب اے نیکو  
اُس کی کہنتی ہے کیا پھر جو شہ  
بادشاہ سنئے ہی جھٹ اس بات کے  
اور کہا شہ نے اُسے اے بادب  
اور یہ حسب نہامی اور باندی غلام  
اس طرح جو کوئی حق کے لئے  
چھوڑ کر نہامے دنیا سر بسر  
حق تعالیٰ ہو کے خوش اُس شخص سے  
تو بھی اے امداد بھر ذوا بکلا ل  
ما سوا پر ہو نہ ہرگز بے تلال

حکم یہ مختار کارون کو دیا  
سلئے لاکر دھرمین اس دم مرے  
ہر طرح کی نعمتیں موجود کی  
شہ نے کین یہ نعمتیں تکو عطا  
لے اوتھا اس میں سے وہ بے گفتگو  
گر پڑے ایک ایک ہر اک نعمت پرتام  
ہاتھ اک لوندی نے شہ پر کہہ دیا  
رکھ دیا کیوں ہاتھ مجھ پر اب بتا  
صاحب ان نعمات کا موجود ہو  
چھوڑ صاحب کو پڑے نعمت پہ جا  
اُس پہ عاشق ہو گیا دل جان سے  
کر دیا آزاد تجھ کو میں اب  
کر دئے تجھ کو عطا اے نیک نام  
دل سے سب نہامے دنیا چھوڑے  
دل لگا وے اپنے حق سے بیشتر  
آضرت کی نعمتیں سب اُس کو دے  
دو جہان کی نعمتوں پر خاک ڈال  
خالصاً حق سے دل لگا

اس میں مذمت اور برائی اُن لوگوں کی ہے کہ فخر کرتے ہیں ساتہ  
مصاحبہ بادشاہوں کے اور دعویٰ رکھتے ہیں شامل ہونی کا بیج  
اہل سلوک کے اور جمع ہونا و ضرر کا محال ہی

قرب سلطان ہے تو کو اس سے حذر

کیا ہے دنیا جان تو اے بھرہ ور

قرب سلطان اس سے رہ تو دور دور  
آپ کو جس نے لیا اُس سے بچا  
کیونکہ یہ سر و بال جان ہے  
ہو سکے جتنا تو کراس سے خد  
کان دل سے تم سنو اے مہربان  
جو بیان کرتا ہوں تجھے اے غبی

موش سر سے بھی سے اور دل سے سرو  
جہے سعادتمند وہ ہے اے فتا  
قرب سلطان سے بچ کر بچ سکے  
اور ہے ایمان کا بھی اس میں ضرر  
اسکے اوپر کہتا ہوں اک داستان  
نیک لوگوں کا طریقہ ہے بھی

### داستان

راہ حق میں جست و کامل بے نظیر  
کر لیا تھا اسنے گوشہ اختیار  
کرتا تھا تنہائی میں یا خدا  
ذکر حق میں ہر گھڑی مشغول تھا  
پر کبھی حاجت ضروری کے لئے  
کھاتا تھا برگ شجر وہ پارسا  
ذکر حق کرتے ہوئے اس طرح پر  
واصل مولا وہ رہتا تھا سدا  
بے شبہ وہ اپنے دلبر سے ملے  
راہ میں دلدار کے شام و سحر  
چل سکے بے راہ ہر کعب بھلا  
ملے ہو کعب بے راہ بر کے لئے فلان  
راہ بر لے ساتھ پھر تو راہ لے  
گھاٹیوں میں ورنہ ہو گا مبتلا  
اُن کے دامن کو یکڑ لور راہ لے  
بے مدد مرشد کے کعب ہمسر باز

ایک تھا درویش بس روشن ضمیر  
چوڑ کر دنیا کے سارے کاروبار  
خلق سے ہو کر جب جنگل میں جا  
بیٹھ کراک غار میں تنہا سدا  
باہر آتا تھا نہ وہ اُس غار سے  
بعد ہفتہ کے جو ہوتی اشتہا  
ایک مدت ہو گئی اس کو بسر  
نحی اُس عارف پر عنایات خدا  
چھوڑا اس عالم کو جو حق کے لئے  
جہد و کوشش شرط ہے پرے پسر  
ہے بہت باریک راہ دل ربا  
ہنگی اس راہ میں بہت سی گھاٹیں  
کہتے ہیں حضرت محمد اس لئے  
راہ بر لے تا تو سید ہی راہ جا  
اولیا ہیں راہ بر اس راہ کے  
عمر بھر گر چہ کرے روزہ نماز

سر باطن کب ترے دل پر کھلے  
گرچہ کی تو نے عبادت سالہا  
جو کہ تھی حرص و ہوا دل میں بھری  
جو غنا حرص و ہوا دل سے تیرے  
کہنتا ہے حق دیکھ دیدہ کر کے باز  
عادت ہے یہ ترے روزہ نماز  
پیروی کر جان سے مرشد کی تو  
ورنہ اس رہ میں تو بے مرشد سدا  
سوچ تو دل میں ذرا لے نیکے  
تیر دیکھا ہے کوئی بھی اب بتا  
کس نے پایا ہے صراط المستقیم  
انتھار کہنتا نہیں ہے یہ سخن  
آحاد دنیا کا اک عورت ناز نہیں کی صورت بن کے آگے مرد عار فکے

در میان اس غار کے وہ پار سا  
ناکھان اک روزے فرخندہ فال  
باہراران خوبی و زیسندگی  
دست بستہ بادب ہو کر کپڑے ہی  
ہو کر واسم قبول حضرت مجھے  
تیری خدمت میں رہوں گی میں ملہم  
دیکھ کر درویش نے اس کے تئیں  
ہے یہ دنیا بگھسدا اور نابکار  
یہ کہا درویش نے اے جیسا  
بھاگ کر تجھ سے یہاں آیا ہوں میں

ذکر و فکر حق میں رہتا تھا سدا  
ایک عورت صاحب حسن جمال  
آگئی خدمت میں اس درویش کی  
عرض خدمت میں یہی درویش کی  
کیا کریموں کے کرم سے دور ہے  
جو کہ فرماؤ بھلاؤں تم سام  
کر لیا معلوم باطن سے وہین  
سامنے آئی میرے کر کے سنگار  
دور ہو مجھ سے پاس تو ہرگز نہ آ  
چھپکے آ بیٹھا ہوں تنہا غار میں

پھر کہ کیوں آئی ہے اس جاہلیہ  
یہ کہا اس نے کہ اے درویش جان  
حق میں میرے تجھ کو اے مردیقین  
آئی ہوں میں حکم حاکم سے یہاں  
کھ کے یہ نظروں سے وہ غائب تھی  
یہ کہا عارف نے وہ جو آئیگی  
گر بجاوسی گی وہ میرے پاس سے  
گر بجا مجھ پاس سے دنیاے دون  
مال دنیا ہے یہ زہر سہم ناک  
یعنی اُس کو صرف کرنیک امر میں  
واسطے حق کے جو دے تو اک یہاں  
کر سخاوت کا تو پیشہ اختیار  
چاہتا ہے وہ جو کچھ پروردگار  
دس برس تک وہ فقیر اس غار میں  
کوئی آتا تھا نہ اُس پاس اے پسر  
گاہن بکری اونٹ بچر اور گدھے  
اتفاقاً اک برس تقدیر سے  
خشک سب کہیت اور جنگل ہو گئے  
گلہ لے اشترو گاہان و خضر  
کچھ بھی جس جا پاتے تھے سبز کی نو  
یون ہی پھرتے پھرتے اک ناکہاں  
چند اک چو پائے گرد اس غار کے  
پھر تو چرواہے وہاں آنے لگے

مکر سے ڈرتا ہے تیرے ہر سعید  
حکم سے حق کے میں آئی ہوں یہاں  
فائدہ کچھ منع کرنے میں نہیں  
کیونکہ خفا ہوتا ہے مجھ پر اے میں  
اور عارف کو ہوئی دہشت بڑی  
جو نہیں مجھ سے بہت سی کھا نیگی  
گور کا مصروف کروں گا میں اے  
ضرع اُس کو راہ عقیقہ میں کروں  
گرا سے پاؤں تو اس پڑا خاک  
تاکہ کام آوے وہ تیرے قبر میں  
اس کے بدلہ پاؤں سو حصہ وہاں  
تاکہ راضی تجھے ہو پروردگار  
کرتا ہے اسباب اُسکا آشکار  
تھار ہا مشغول حق کے کار میں  
کیونکہ بستی سے تھا جنگل دور تر  
وہاں تلک آتے نہ چرنے کے لئے  
قحط عالم میں پڑا حد سے پرے  
آدمی حیوان کل مرنے لگے  
پھرتے تھے چرواہے ایدہ اور امدہر  
دوڑتے چو پائے جہت اس طرف کو  
آئے پاس اُس غار کے سب عیان  
دیکھ سبزہ چلتے چلتے آ گئے  
لیکے چو پائے چرواہے کے لئے



ناگھان اک دان وہ عارف غلام سے  
 کی تھی جو حق کی عبادت بیشمار  
 دور سے چہرہ ہے صورت دیکھ کے  
 اعتقاد دل سے جا ہر ایک نے  
 جو کہ تھا درویش مشغول خدا  
 جسکو حاصل ہووے وصل دلربا  
 آخر شرب نے بھد بجزو نیاز  
 آپ کو خواہش ہو اب جن چیز کی  
 دیکھا جو درویش نے اس کے تین  
 کر کے اُن کے بجزو زاری پر نظر  
 ایک مدت سے یہ نفیس پیرا  
 شیر کے دو ایک دیکر گھونٹ یار  
 عرض کی یوں قحط سے باران کے اب  
 جب نہ ان کو دو ب کھنیکو ملا  
 اور کھارو رو کے سب نے ہنسن  
 دیکھ کر درویش اُن کا اضطراب  
 ایک گائین کر کے اب سب بدر  
 کر کے بسم اللہ اب اے نیکراہ  
 کا رقبے میں ہے کوشش شرط یار  
 کوشش جان سے سن ذرا ہو مہربان  
 سعی و کوشش ہے انہیں کی باور  
 بے سفر چلنے کے کب ہو راہ ملے  
 راہ کو کر قلع چل پاؤں اوٹھا

آئیابا ہر ایک حاجت کے لئے  
 نور حق تھا اس کے منہ سے آشکار  
 گرد اس درویش کے آگہ ہوئے  
 رکھ دیا پانون پہ سر درویش کے  
 اُن کی جانب کو نہ کچھ راغب ہوا  
 پھر اس کو اور سے مطالب کیا  
 یہ کہا درویش سے اے پاکباز  
 حکم کیجئے ہم بجا لاوین ابھی  
 پاس سے میرے یہ ملنے کے نہیں  
 یہ کہا کچھ دودھ لاؤ ہو اگر  
 مانگتا ہے دودھ مجھ سے برلا  
 تا میں مارفوس کا دون زہر مار  
 گائین بکری ہو گئی بے دودھ سب  
 شیران کی خشک پستان سے ہوا  
 تنے جو چاہا نہ آیا ہم سے بن  
 یہ کھا اُن کو کہ اے مردان کار  
 اس کو دو ہو تم خدا کے نام پر  
 سعی کرتو ہو گی امداد اللہ  
 جھد کوشش کر جو تو ہے ہوشیار  
 کہتے ہیں کیا سرور پیغمبران  
 کرتے ہیں جو نفس پر اپنے جہاد  
 جہد کر چل منزل مقصود پہ  
 بیٹھنے کا رہ میں کیا ہے فائدہ

ہر گھڑی رہتا ہے اسکو اضطراب  
جو پڑا ہے تو یہاں پاؤں پसार  
تانا اوچھے ان سے اندر خار و جھاڑ  
جو تو جا کپڑوں سے بالکل فگار  
خوب ساتن کو تیرے زخمی کریں  
بادل فارغ تو بھر لے راہ یار  
اور بہت سے جا بجا کانٹوں کے جھاڑ  
ہاتھ میں لے اپنے تیشہ آہ کو  
جلد پھونچے منزل مقصود کو  
روکدین رہ سے تجھے یہ سنگ خار  
سنگ غیریت کو پھر رہ سے اٹھا  
سیرو مان جا بادل آگاہ کر  
غیر حق کے ہے تیرے دل میں بھری  
نورِ عرفان سے اسے معمور کر  
حال اس درویش کا مجھے سنو

قصہ دو ہنسا ایک پھروا ہے کا آزمائش اور بد اعتقاد سے

پاس گاؤں نارسیدہ کے گیا  
تاکہ لیوے امتحان درویش کا  
ہاتھ جھٹ اُس کے تھنوں پر رکھ دیا  
دودھ کی ٹھنیریں ہوئی اُن سے روان  
دودھ لے با اعتقاد حاضر ہوئے  
بعد اُس غار میں جا کر چھپ چھا  
شہر کی جانب ہوئے یا روروان

ہو مسافر کو کہاں آرام و خواب  
راہ حق دیکھا ہے کیا آسان یار  
راہ لے چل عیش کے دامن کو پھاڑ  
ہے یہ منزل پر خطر با خار و زار  
یعنی یہ کپڑے او لچکے جھاڑ میں  
بلق میں رکھتے تھے تو کپڑے اتار  
دور ہے منزل بہت رہ میں پہاڑ  
چاہتا ہے جو تو جا اس راہ کو  
قطع کریہ خار رہ سے تاکہ تو  
ورنہ تیشہ تیرا تن ہو فگار  
یعنی لاسی تیز لے تیشہ بنا  
منزل مقصود الا اللہ کر  
یعنی یہ عرص و ہوائے دنیوی  
بھرتی تو دل سے ان کو دور کر  
پسینے بے بیان لے دوستو

ایک پھروا با غرض ان سے اٹھا  
اُس کے دھننے کا ارادہ کر لیا  
اُس جوان نے پاس اُس گائیکے جا  
ہاتھ رکھتے ہی تھنوں پر بے گمان  
ہو کے حاضر سامنے درویش کے  
دودھ لے عارف نے اُن سے پی لیا  
ریوڑوں کو لے کے سارے راعیان

اُس کرامت سے وئے حیران تھے  
 آتے تھے چروائے مے اُس غار پر  
 اُس کرامت کا بہت چرچا ہوا  
 شاہ تک بھی ہو گیا قصہ عیلم  
 سب امیروں اور وزیروں سے بڑا  
 کیونکہ وہ دورہ میں اپنے فرد ہے  
 عالم و کامل و لے سلطان بین  
 خدمت درویش میں حاضر ہوا  
 شغل میں حق کے ہرج بے گفتگو  
 ہے بڑا فتنہ سمجھ اے نیکو  
 تیر کے مانند ان سے دور ہوا  
 عاجزان کے مکر سے شیطان ہو  
 بکریوں پر جس طرح ہو بھیسٹیا  
 آپ کو ان سے بہر صورت بچا  
 اوقیانعت کا اثر لے جائے ہے  
 دین حق کے بن امین یہ عالم  
 ساتھ سلطانوں و امیروں کے مدام  
 دین کے بیشک ہوے وہ چوتے  
 تا تہار پنج رہے اسلام و دین  
 پاس اُس درویش کے رہنے لگا  
 ہو گئے آپس میں جیون شیر و شکر  
 خوب ہو جو شہسدر میں عارف طے  
 جو چلے محلوں میں عارف خوب ہو

شہر میں وہ سب کے سب نفل ہوئے  
 دن کی گزرے غرض اس طرح پر  
 رفتہ رفتہ شہر میں پھسرا جا بجا  
 تھا خلافت کی زبان پر یہہ کلام  
 سنتے ہی اس بات کے شہ نے کھا  
 چلے اُس عارف کی زیارت کیجئے  
 اُس کا ثانی کوئی عالم میں نہیں  
 کہے یہ اور اوٹھ کے با صد التجا  
 شہ کے آنے سے ہوا درویش کو  
 صحبت میر و وزیر و بادشاہ  
 ہے سلاطینوں کی صحبت مثل الگ  
 ان کی صحبت سے ہر اک حیران ہو  
 ہے تکبران کے یوں دل میں بھرا  
 پاس سلطانوں امیروں کے نجی  
 صحبت ان کی کہ و غفلت لا رہے  
 اس سبب فراتے بن خیر الزمان  
 پر نہ جو ہوں ہمنشین و ہم طعام  
 جو کہ عالم جا امیروں سے لے  
 بس دروان سے بچو اے مومنین  
 لغرض شہ عجز و زاری سے سدا  
 پھر تو دونو عارف و شہ بے خطر  
 ہوئے ہوتے چا لایوں سلطان نے  
 سوچ کر دل میں کھا دستور کو

باعث برکات رحمانی ہے یہ  
 اس کے قدموں کے طفیل ایضاً  
 شہر میں ہوا اس طرح کا مرد جو  
 ان عرض آیا وزیر پر حیدر جو  
 با آدب کی عرض یہ درویش سے  
 مرد آزادہ تھا وہ مرد خدا  
 بولا وہ سن لے وزیر اب مجھ کو کیا  
 مجھ کو آبادی سے ویرانہ بھلا  
 ہے موافق طبع ویرانہ مجھے  
 طالب آرام نفس اپنے کا اب  
 مرضی حق کا ہوں طالب میں سدا  
 ہے بھلا حق میں سرے گوشہ سدا  
 کہتے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ  
 اختلاط خلق سے ہے جو بچا  
 فائدہ وحدت میں ہووے جس قدر  
 جس نے کثرت سے بچا یا آپ کو  
 پھر وزیر حیدر جو نے عرض کی  
 کب پہنچتا خلق کو دین خدا  
 یوں اگر گوشہ پکڑتے اولیا  
 یوں کھا درویش نے اے با خدا  
 لیک جو بیمار ہوا اے باشعور  
 جو نہ بیماری میں پہنچتا اب کرم  
 اور صحت جس نے پائی مرض سے

سایہ انوار ربانی ہے یہ  
 رحمت حق ہووے نازل شہر  
 زیب شاہی رونق اسلام ہو  
 پاس اس عارف کے با صد گفتگو  
 شہر میں چلے تو اب کیا خوب ہے  
 بھاگتا تھا خلق سے کو سون سدا  
 خلق کے مٹنے سے بتلا فائدہ  
 اختلاط خلق سے ہے سو بلا  
 اور ہر اک طالب آرام ہے  
 میں ضیہ ہوں اے وزیر بادب  
 خوب تنہائی میں ہو فرضی را  
 گا و ضر میں رہنے کا کیا فائدہ  
 جو رہا تنہا وہ آفت سے بچا  
 جان اپنی کو سلامت لے گیا  
 اس سے سو درجہ ہو کثرت میں ضر  
 ملک وحدت کا ہوا سلطان و  
 گر کھڑتے اس طرح گوشہ بنی  
 رہتا تھا ہی میں ہر اک مستلا  
 راہ حق پاتی یہ کب خلق خدا  
 جو کھاتو نے یہ حق ہے اور بچا  
 چاہے پہنچتا اس کو بالضرور  
 بے شبہ وہ ہاتھ دھوے جانے  
 کیا دوا پہنچتا کی حاجت دے

انسیا اور اولیا، راسخین  
 لیکر مجھ میں حرص کچھ باقی ہے اب  
 سنے بولا وہ وزیر اے نیک خو  
 تارک دنیا ہو تم تو بالیقین  
 خود بخود آگے ہیں ہم بالتجہ  
 تیرے نفس پاک سے لے مہربان  
 تیری صحبت ہوئی ہمیں تمام  
 سامنے تھے ہوا و حرص سب  
 ہیں یہ فرماتے امام المرسلین  
 نفع جس سے ہو خلافت کو تمام  
 تم بھی اس کچھ عمل اپ کیجئے  
 فیض سے تیرے ہوں وہ ذکر تمام  
 کرتے ہیں کفران نعمت جو کوئی  
 بولا عارف جاے نشہ چاہ پر  
 جو کچھ ہے مجھ سے وہ آوے یہاں  
 ایک مدت الغرض اسی طرح پر  
 آخر شش جا بوجو عارف نے کہیں  
 بولا بہتر تیری فوجت کے لئے  
 بعد اسکے جو صلاح وقت ہے  
 ہو لیا درویش ہمزاد وزیر  
 شاہ نے دیکھا جو اسکو دور سے  
 وہ فقیر اپنی خلاصی کے لئے  
 تاکہ دیوانہ سمجھ کر اس گہری

ریخ بیماری سے ہیں پاکستین  
 چاہئے پر نیز مجھ کو اس سبب  
 کسر نفسی سے یاب کہتا ہے تو  
 آپ سے ہم پاس تم آئے نہیں  
 آپ کی خدمت میں اسے پیر ہوا  
 ہو گئے روشن ہماری جان جان  
 ہمیشہ دنیا سر دبا کل لاکلام  
 تو ہو دل سے گئی ایک لخت آب  
 ہے وہ سب لوگوں میں بہتر بالیقین  
 فائدہ اس سے اٹھاؤ بن خاص و عام  
 فیض اپنا چلے سبکو دیجئے  
 جو پڑے رہتے ہیں غفلت میں ہم  
 تیری صحبت سے ہوں شاکر و ابھی  
 چاہ پیاسے پاس کب جاے پیر  
 میں بھلا کس واسطے جاؤں وہاں  
 عرض کرتے ہو گئے اسکو بوسر  
 یہ وزیر اب یہاں سے ملنے کا نہیں  
 میں چوں گا شہر میں سلطان کے  
 وہ کروں گا تیری خاطر جان کے  
 سوئے دولت خانہ شاہ کبیر  
 اٹھکے آیا واسطے تعظیم کے  
 مارنے پتھر کا سلطان کے  
 چوڑے سلطان مجھ کو بولی

ابنہ درویش و بان مستانہ وار  
 بے محاسب قدر مارا کہ شاہ  
 بھاگ کر نکل چھٹ اُس دالان سے  
 اس مکان سے شاہ جب باہر ہوا  
 شاہ نے جانا کہ عارف لطف کے  
 اس مکان میں تانہ یہ دب کر مرے  
 مارے میں اس کے یہ تھا فائدہ  
 چاہے تھا عارف چھٹا نا آپ کو  
 چاہے تھا یہ تو کہ ہو بد اعتقاد  
 صدق دل سے باہنزاران النجا  
 عرض کی اے پیشواے عارفان  
 کیا کروں احسان کا تیرے سکرمین  
 خضر نے کشتی جو توڑی جو رے  
 اس طرح جھکو بھی تو نے خضر وار  
 بانا عارف نے کہ ہے حکم خدا  
 دل سے اپنے پھر یوں کہنے لگا  
 مرضی حق پر ہی رہنا چاہئے  
 یعنی خواہش پر خدا کی بر ملا  
 مال دنیا گرچہ ہے زہر اور بلا  
 الغرض کہنے سے عارف شاہ کے  
 شہ نے عارف کے لئے باعز و جاہ  
 ہر طرح کی نعمتیں موجود کی  
 وہ فقیر پاک جان و راست باز

مارتا تھا بے خطر پتھر ہزار  
 بھاگ کر وہاں سے گیا بار دروہ  
 جس میں بیٹھا تھا وہ سلطان شان سے  
 حکم حق سے وہ مکان بھٹ کر پڑا  
 مارتا تھا مجھ کو تپھر اس نے  
 کیونکہ تھا معلوم اس کو کشف سے  
 تاکہ اس صدمہ سے لے جھکو بچا  
 حکم حق تھا مستلایہ اور ہو  
 اور ہو تہاشہ کو زاید اعتقاد  
 آ کے شہ عارف کے قدموں پر پڑا  
 لطف کا تیرے کروں میں کیا بیان  
 جو رہیں تیرے ہزاروں لطف میں  
 تاکہ وہ عالم کے ماتھون سے بچے  
 کر دیا سو درطہ قاتل سے پار  
 کیا ہے چارہ جب ہوا مر قضا  
 مرضی حق سے تو اب بیان آ پھنسا  
 زہر بھی ایک عرصہ پکھنا چاہئے  
 چاہئے راضی رہے صبح و مسا  
 زہر بھی چھکے ذرا بھر خدا  
 شہر میں آیا نکل کر غار سے  
 کر دئے تیار محل اور خانقاہ  
 واسطے درویش کے با صد خوشی  
 ہو گیا ظاہر میں اندر عز و ناز

عیش دنیا میں تھا ظاہر میں پہنسا  
پوستیں اور دلق کو پہنے ہوئے  
ایک حجرے میں وہ تھا بیٹھ کر  
باخوشی رہتا تھا اُس گدڑی میں وہ  
کچھ نہ اُس دولت سے حاصل تھا  
گرچہ ہے دنیا یہ ملعون ازل  
مال دنیا گرچہ ہے زہر اور ہلا  
نیک کاموں میں تو اُس کو فکر  
مال دنیا کو بھاگرچہ نہیں  
واسطے دانائے دنیا خوب ہے  
جانتا ہے جو کہ منتر سانپ کی  
گر نہ منتر تجھے معلوم یار  
تاندہو وہ ہاتھ اپنی جان سے  
مال دنیا کے نہ بگڑ گد جا  
الغرض درویش کو رہتے ہوئے  
دس برس اُس کو گئے یوں ہی گذر  
زہر و طاعت میں نہ آیا کچھ بھی فرق  
تھی یہ رسم شاہ جو ہوتا سوار  
وقت بٹنے کے وہ سلطان الخونی  
الغرض ایک دن اسی معمول پر  
اور اسی حالت میں وہ پیر مہا  
ناگہان وہ زن جو پہلے آئی تھی  
پوچھا عارف نے کہ تو کس واسطے

لیک باطن میں تھا وہ سب جدا  
نفس پر کرتا جہاد ہر دم ولے  
کرتا تھا یاد نہا شام و سحر  
فقر پر کرتا تھا محکم آپ کو  
پر فقیروں کو دیا کرتا تھا  
پر ہے مومن کے لئے بیت العمل  
نیک ہے گر خیرے اسکو نیک جا  
وزنہ تو کتنا سب ہے مردار پر  
خوب ہے گر خیرے اندر کا دین  
اور نادانوں کو بد اسلوب ہے  
سانپ اُس کا یار غار ہوا الخونی  
سانپ کے مت گرد پھرتو زینہار  
یاد رکھ یہ بات میری مان لے  
جو تو جاوے خرق کر رہ خدا  
ہو گئے دس سال پاس شاہ کے  
پر رہا دیا ہی اپنے حال پر  
گرچہ ظاہر میں رہا دنیا میں غرق  
بھر نظم ملک یا بھسہ شکار  
آ کے زیارت کرتا اُس درویش کی  
اُسکی زیارت سے ہوا وہ پہرہ ور  
یاد میں اللہ کے مشغول تھا  
سلطنت سے دوسرے بار آگئی  
آئی ہے مجھ پاس اب بتلا مجھے

عرض کی اُس نے کراے سلطان جانا  
یوں کھا چل دور ہوا اے بے حیا  
تو دغا دے ہے ہر اک کو پر جو وہ  
دور ہو مجھ سے کہیں اب اسی غبی  
پایں میرے دونویہ موجود ہیں  
دور ہو یہاں سے تو جلد سی بے حیا  
ہو گئی غائب نظر سے سن یہ ذکر  
دیکھئے کس طرح ہووے گا جدا  
معتقد مجھے ہے ہر چہو ٹا بڑا  
دیکھئے تقدیر سے ہو کیا سبب  
شاہ رکتنا ہے بہت نفیسم سے  
پڑہ کے پھر لاجول ہو شاغل برب  
جو قضا آوے تو ہو برعکس کار  
جو کیا چاہے ہے کوئی کار رب  
ایک دن تقدیر سے ناگاہ یار  
جستجو کی اور محنت بے شمار  
رنج بے حد پایا اور تکلیف سخت  
وہاں سے ہٹ کر شہ اُسی مہولان  
گر کے قدموں پر وہ اُس درویش کے  
آیا تھا گرمی میں کھجرا یا ہوا  
شدت گرمی مٹنی اور رہ کا مکان  
ایک طرف تکیہ لگا دیوار کا  
شاہ تنہا اور وہ عارف تھا وہاں

بچے میں ہوتی ہوں نصرت اس زمان  
مکر سے تیرے حصار کہے بچا  
ہو تر تابع تو اس سے دور ہو  
پوستیں اور دلق مجھہ پاس ہی  
میں نہیں آتا ہوں تیرے داؤ میں  
کب تلک دی گی مجھے بتلا دغا  
اس کے فتنہ کا ہوا عارف کو فکر  
مال دولت دنیوی مجھے بھلا  
آپ سے مجھ کو کرے کیوں کر جدا  
تیل کھل سے ہو جدا کس طرح اب  
دیکھئے رسوا کرے کیوں کر مجھے  
ہو گا جو حکم خدا سر پر ہے اب  
ہو وین سب تدبیر باطل اور زار  
غیب سے کرتا ہے اسکا کچھ سبب  
شاہ جنگل کو گیا بھرتہ شکار  
پر لا اسکو نہ وہاں اس دن شکار  
دل ہوا گرمی سے شتہ کا تخت تخت  
خدمت عارف میں آیا دوڑ کر  
پاؤں پر بوسہ دیا سو صدق سے  
اس جگہ آرام کچھ اُس نے لیا  
کچھ ہوا آسودہ شتہ اس سے وہاں  
جون مسافر تھا کے غافل سو رہا  
خجہ سلطان نکل کر از میان



ننگی ہوش کے شکم پر گر پڑی  
 چاہا تھا اسکے شکم پر سے اٹھنا  
 جاگ اٹھا اکبر کی شہ نواب سے  
 دوڑ کر جہت محل میں داخل ہوا  
 بولا غصہ سے کہ جہت آوے وزیر  
 اور کرے آقتل اس کو بر ملا  
 کیا کیا تھا میں کہو اس کا برا  
 کیا نکوئی کا ہے بدلا یہ کہو  
 جو وزیر اس امر سے آگہ ہوا  
 کر کے اپنے لطف و احسان پتھر  
 شاہ بولا تجھ کو بخشی اُس کی جان  
 چہیں کر اس سے یہ بٹال منال  
 ہو ہے یہ صدق و وفا ہے اہل دل  
 مت ہو نازان لطف پرانکے کہی  
 اعتقاد اہل دولت پر کہی  
 ایک وہم بے حقیقت سے وہ شاہ  
 دشمن جان اس قدر اس کا ہوا  
 دل لگا اُس شاہ سے بے یوفا  
 دیکھ کر کے سبک وہ جرم و گناہ  
 چھوڑ دے جو ایسے شاہنشاہ کو  
 سو خطا یمن کر کے تو آوے جو پھر  
 مال دنیا کا بھی ہے بس وفا  
 جان سلامت اپنی عارف لے گیا

اوشہ مہر بانی سے عارف نے جہی  
 اک طرف رکھ دوں ہے غافل دشا  
 ڈر گیا شمشیر ننگی دیکھ کے  
 پر غضب سے آگ کا شعلہ بنا  
 تاکرے درویش کو اس دم اسیر  
 تاکہ دیکھے فعل کی اپنے سزا  
 پاؤں پر رکھا تھا سر اس کے سدا  
 کہنیے خنجر جو ہمارے قتل کو  
 پڑھ کے استغفار یونہی نہ سکھا  
 جان بخشی اس کی کرے نامور  
 پرستے لازم ہے اس کو اس زمان  
 کر کے ننگا شمشیر باہر نکال  
 وہم سے بس صدق میں یا فضل  
 دم میں ہوں شیطان اور دم میں  
 دل ندیجو کوئی اے میرے اخی  
 ہو گیا بظن اسی عارف سے آہ  
 جس طرح بکری کا ہودے بھڑیا  
 جو ہزاروں جرم بخشے اور خطا  
 دے ہے روزی لطف سے شام کچا  
 اُس سے زیادہ بے وقوف بکری  
 خاص ہودر گاہ میں اُس کی تو پھر  
 دل لگانا اُس سے ہے بیشک خطا  
 کیونکہ دنیا پر نہ اس نے دل یا

قتل ہوتا ہاتھ سے سلطان کے  
ہوتا عارف بے شبہ نزار و زبون  
مال دنیا پر نکی تھی کچھ نہ نظر  
مکر سے دنیا کے دون کے وہ بچا  
ہو تو یوں نازان بتغظیم ملک  
ہے نہ آوے وہ ز صد خم شراب  
یہ نہا سنکر کے تو نہ ہوش ہے  
ہر دم آگے شہ کے تو سجدہ کرے  
کچھ نہیں کرتا ہے یاد اللہ کو  
شرک ہے یہ تو رب العالمین  
آیت لا تشرک کو پر گوش کر  
دل مر اجتہد بن ہوا زیروں پر  
تجہ بنا پر ساقی نابود دین  
عیش و عشرت جس سے ہو دلیر تمام

جو دغا کھاتا وہ اسکے مکر سے  
زیر تیغ بے دریغ شاہ دون  
کی تھی اس نے احتیاط سے بد  
جان و تن اپنی سلامت لے گیا  
حیف ہے صد حیف اے مٹا سلوک  
خاص لذت اُس کے جو وقت خطاب  
شیخ اپنا شہ تجھے ہر دم کہے  
مست و در ہوش اس خطاب سے ہے  
پوچھا ہے گویا تو اس شاہ کو  
اللہ اللہ ہے یہ کیا اسلام دین  
جرعہ اک بحر قہم سے نوش کر  
ساقیا اب آ کہین مت دیر کر  
عیش کے سامان سب جو دین  
آ کہین دے بھر حق ایک بھر کے جام

اس میں مذمت آ نکلی ہے جو مضمون دنیا کے بین عرق  
ہیں واسطے خطبے بنیاد کے

گرد مت جا اُس کے ٹوٹے پر فون  
ہاتھ اور منہ اپنے لے نیکو سیر  
ایک سر مو ہے کہین اندر جہان  
ہے وہ کیا سن لے تو اب مجسور ذرا  
اور ڈالے کوئی فرقت میں مجھے  
نے لہا شش و نقرہ و فرزند و زن  
سر بسر نا کامی اس کا کام ہے

کیا ہے دنیا منصب دنیا دون  
اس سے آلودہ کئے تو نے اگر  
روئے آسائش کو دیکھے گا تو جان  
منصب دنیا نہیں تو جانتا  
راہ حق سے دور جو تجھ کو کرے  
ہے یہی دنیا سب لے نیک تن  
مائیہ بد نامی اس کا نام ہے

یہ بخان ہر لحظہ خاص و عام ہے  
 واسطے اُس زہر کے تودن اور رات  
 منصب دنیا ہے وہ جس نے دیا  
 منصب دنیا ہے وہ اے پرفنون  
 خوش ہے مقبول جسے بیان کہو  
 اور اس حلو او نان سے اے فتا  
 خوش ہے وہ داناکہ جو یہاں چوکر  
 مار کر اس پر وہ اپنے پشت پا  
 مشنوی میں مولوی مشنوی  
 ترک دنیا گیر تا سلطان شوی  
 چھوڑ دنیا کو کہ تا سلطان ہو تو  
 زہر دارد در درون دنیا چو مار  
 زہر این مار منقش قاتل است  
 زہر قاتل ہے یہ مار نفس دار  
 زین سبب فرمود شاہ اولیا  
 اس سبب کہتے ہیں شاہ اولیا  
 حب دنیا را اس کل خطیتہ  
 جب دنیا سب خطا و نکاہے سر  
 چھوڑ دنیا کو جو تو ہشیار ہے  
 پہلے تو تحصیل میں اُسکے تو یار  
 بعد اسکے چھوڑ کر پھر راہ لے  
 اس میں اول تو ہزاروں محنتیں  
 اہل دنیا الغرض یہاں اور وہاں

زہر کا پیالہ پلاتی ہے بچتے  
 ہوگا تو کب تک خرابے نیکدات  
 خرمن دین کو تیرے بالکل جلا  
 اس طرح جس نے کیا تجکو زبون  
 ہاتھ سے پھوڑا نہ اپنے دین کو  
 مونہ کو اپنے کچھ نہین شیریں کیا  
 منصب دنیا ہے دون کو سرسبر  
 خلد میں جون شاہ مردان کے گیا  
 نکتہ اک فرماتے ہیں اے اخ  
 ورنہ ہچون چرخ سرگردان شوی  
 ورنہ مثل چرخ سرگردان ہو تو  
 گرچہ دارد از برون نقش و نگار  
 میگردد زو ہر آن کو عاقل است  
 بھاگتے ہیں اُس سے جو ہیں ہوشیار  
 آن گزین اولیا و انبیا  
 ہیں وہ مقبول ولی و انبیا  
 ترک دنیا را اس کل عبادۃ  
 ترک دنیا سر ہے ہر طاعت کا پر  
 عاقلوں پر جان یہ مردار ہے  
 کہینچے محنت اور ذلت بے شمار  
 حسرت اور افسوس کو ہمراہ لے  
 اور آخر میں ہوں حاصل حسرتیں  
 محنت اور حسرت میں ہینگے بیگان

<p>الفٹ دنیاے دون سے کہہ بچا واسطے اپنے مرے دل سے نکال مجھ کو اب جس محمد کر عطا ہر دم ہر لحظہ تو کہہ اپنے حضور</p>	<p>یا اہی مجھ کو بھی جس خدا حب منصب حب جاہ و حب مال حب مولا حب حق حب خدا غیر کی الفٹ سے کر کے مجھ کو دور</p>
<p>اس میں بیان ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ خلق کے پہلے ہے کہنے پر خیال نہ کرے موافق حکم خدا و رسول کے کئے جاوے</p>	
<p>بزربان خلق سے چہنٹتا ہے کب حق پرست ہو یا کہ ہو دے خود غما اور ہو گھوڑے پر گر تو بھی سوار پر نہ طعنہ خلق سے ہرگز نہ بچے پر نہ بند ہو دے زبان عیب جو اہل تقویٰ کی بدی کرتے ہیں سب کہنے دے جو کچھ کہے خلقت کو چہوڑ غیر کی راضی و ناراضی سے کیا خلق کی غوغا سے وہ پیرا ہے گو کرے سوجیلہ اور از حد سعی گرچہ توبہ میں کرے تولا کہا اختلاف خلق سے رکھتا ہے عار آدمی سے بہا گتا ہے مثل دیو اس کو کب جانے یہ نیک و رپا رسا اس کو بولیں ہیں یہ فرعون زمان فخر و فاقہ سے کوئی سختی میں ہو</p>	<p>گر تو چہوڑا خلق میں خلقت سے آ کون ہے جو بزربان سے ہو بچا گو کہ ہو چہین کرا ماتین ہزار گرمین سے آسمان تک اڑے کر کے کوشش سے نالہ بند تو جمع ہوں اہل نفاق آپس میں جب تو خدا کی بندگی سے منہ نہ موڑ چاہے راضی ہو بندہ سے خدا حق سے بداندیش کب گاہ ہے چٹ سکے ہے اسے کتب الہی چھوڑتی ہے خلق کب پیچھا تمنا جو کوئی گوشہ کرے ہے اختیار یوں کہیں اس کو کہ ہے یہ کرو دیو اور جو ہو دے خندہ رو و خوش ادا اور جو کوئی ہوئے غنی اور کامران اور جو کوئی ہو درد و پیش نگو</p>

یون کہیں اُسکو جو یہ لاچار ہے  
 اور جو کوئی کامران تقدیر سے  
 خوش کہیں کب تک ہو یہ گردن کشی  
 اور جو کوئی مفلس و مسکین فقیر  
 کہو لیں حق میں اس کے کینہ سے زبان  
 ہاتھ میں دیکھیں جو تیرے کوئی کار  
 اور جوئے کاری کرے تو اختیار  
 اور جو تو باتوں ہو بولیں تجھے  
 اور جو خاموشی کرے تو اختیار  
 اور کہیں نامرد جو ہو مرد یار  
 اور دلیری مردمی گرتو کرے  
 اور کم کھاوین کریں طعنہ او سے  
 اور جو خوش خوراک ہوں اور خوش لباس  
 بے تکلف ہو جو کوئی مال دار  
 اسکو یوں طعنہ کریں یہ بے حیا  
 اور جو گھر اچھا بناوے نقش دار  
 اسکو دین طعنہ کہ اپنے کو جوان  
 جو مسافر ہو نہ کوئی عمر بھر  
 لینے ہے زن کی بغل میں یہ پڑا  
 اور کریں اہل سفر کو یوں خطاب  
 یہ صاحب نصیب ہوتا اگر  
 مرد بے زن کو کہیں یونخ رو میں  
 اوکرے گرزن کوئی کہتے ہیں یون

اسکی بد بختی کا یہ ادبار ہے  
 رتبہ شاہی سے اپنے گھر ٹپے  
 ہو خوشی کے بعد آخر ناخوشی  
 تنگدستی سے وہ ہو جاوے امیر  
 ہے یہ دون پر و فر و مایہ زان  
 سمجھیں تجکو بس حراص اور دنیا دار  
 سب گدا پیشہ کہیں اور پختہ خوار  
 چھٹی حق و بقیہ بن سدا کرتا ہے یہ  
 نقش دیواری کہیں تجکو پکار  
 ڈرتا ہے ہر شخص سے تو زینخار  
 تجکو دیوانہ سمجھ بھاگین پرے  
 مال اس کا ہے یہ اور دنگے لئے  
 تن شکم پر و کہیں اس کو نیاں  
 یہ کہ زینت باتمیز دن پر ہے عار  
 ہے یہ بد قسمت نہ پھنے اور نہ کھا  
 خوش لباس اور خوش وضع ہو باوقار  
 رکھتا ہے آراستہ مثل زنان  
 مرد اس کو کب کہیں اہل سفر  
 کس طرح عقل و ہنر آوے بجا  
 بخت برگشتہ پھرے ہے یہ خراب  
 پھر تا کیوں شہر و شہر و در بدر  
 اسکے پھرنے سے ہے رنجیدہ زن  
 پڑ گیا دلدل میں سر سے خر کے بول

یہ کہیں غیرت نہیں سے کچھ ہے  
ہاتھ تیرے ہوں گے کل کو پیش و پس  
رات دن کرتے ہیں اسکو طغہ خلق  
جا بگا دنیا سے با افسوس و درد  
باخوشی کنج سلامت میں رہ  
دشمنوں کی کیا حقیقت اور کی  
کیا کہا ترسانے اُسکو اُسگفت  
مریم و عیسیٰ کو اسکا برلا  
لم یلد ولم یولد اللہ والصمد  
مبتلا کو صبر ہر دم چاہئے  
نیک ہو یا بد بُرا ہو یا بھلا  
صبر کر کے چمہ سے سن یہ داستان  
خلق کے ہاتھوں سے جب پاوے مان

گر کسی سے بردباری تو کرے  
اور سخی کو یوں کہیں کرا بتولس  
جو ہوا قانع بنانِ خشک و دلق  
باپ کے جو یہ بھی آخر سفلہ مرد  
کون ہے جو زبان سے جو بچا  
جب نہ چھوٹے ہاتھ سے حضرت نبی  
ہے خدایے مثل بے انبار و جفت  
جو رو اور بیٹا مستر کر دیا  
پاک ہے وہ ذات اور از زوجہ ولد  
کب چٹے کوئی کسی کے ہاتھ سے  
کب کوئی یہاں جو مردم سے بچا  
کہنے سے خلق پرست کردہ بیان  
گر سنے تو دل سے یہ سیر بیان

### حکایت بوڑھے مرد بیوقوف کی

عقل کے غم سے عقادہ جینے سے دور  
اپنے بیٹے کو چلا ہمراہ لے  
ہو سوار اوس پر کیا رستہ کوٹے  
ہر دو باہم در کلام و در خطاب  
یہ کہہا سب نے کلاے بوڑھے دینا  
رحم بیٹے پر نہیں کرتا ہے تو  
تاہنو تو اور بیٹا تھک کے زار  
الفت پدری نے دل میں جوش کی  
خود پیادہ ہو لیا زار و نزار

ایک بوڑھا مرد تھا بس بے شور  
ناگہان عزم سفر آیا سے  
ایک گھوڑی پاس تھی اس پر کے  
تھا پس اسکا پیادہ در رکاب  
مل گئی جو ایک گروہ رہ روان  
خود سوار ہو کر کے طے راہ کو  
باری باری چاہئے ہونا سوار  
پیر نے یہ بات جو اُن سے سنی  
کر دیا گھوڑے پہ بیٹے کو سوار

سامنے سے ایک گروہ اور آگئی  
یہ عجیب بوڑھا ہے بے عقل و شعور  
طفل کو بے غدر راکب کر دیا  
راہ میں آسان کرے طفل اور جوان  
یہ نصیحت جو سنی اُس پیر نے  
کر کے دونوں قول کے برعکس کا  
سوچے یوں گھوڑے کو تکیہ بین  
اتنے میں اور ایک جماعت آگئی  
اس سنگمرمر حم کزبے زبان  
چاہیے ایک اسپہ ہو وہ اب سوار  
یہ ستم اس بے زبان پر ہو روا  
شکر کو حق کا سوار سی جلود می  
جو سنا بوڑھے نے یہ اُن سے بغور  
یعنی دونوں پھر تو گھوڑے سے اتر  
گرتے پڑتے جاتے دونوں اپنے تیش  
اور ایک فسرقہ ملا کر براہ  
مڑتا پڑنا جا ہے آپ اور وہ سپر  
ہے سواری ساتھ موجوئے کنگے پر  
پہلے تو اس کے بڑے اپنے پرہنے  
کیوں نہیں ہوتا سواری پر سوار  
جیغ ہے ہوتی سواری چھوڑ کر  
بہتسا نادان کو فی عالم میں نہیں  
اوتے ہوں سب کام جب آؤ قضا

دیکھہ اس کو مارنے طعنہ لگی  
ہے یہ خطی یا کہ مجنون بالضرور  
خود ضعیفی میں پیادہ ہو لیا  
پیر ہو ایک کوس میں بس ناتوان  
طعنہ پہلوں کا بھی یاد آیا او سے  
ایک گھوڑے پر ہوئے دونوں سوار  
تاکہ پھر طعنہ سے اور دن کے پچھین  
جھٹ ملاست پیر کو کرنے لگی  
بوڑھا ہو کے تو ذرا ہو محسّران  
رکھا اس عاجز پرہ تو نے دو کا بار  
گرے حیوان پر ہے مخلوق خدا  
جہربانی کر تو اسپر اے انھی  
دل میں کی نادانی سے تدبیر اور  
پا پیادہ ہو لے بھڑکھڑ  
اور گھوڑی جانتی خالی پیش پیش  
دیکھا اُس بوڑھے کو بحال تباہ  
اسپ بھی ہمسرا ہے کوئل مگر  
میں پیادہ دونوں اور خستہ جگر  
بعد پھر اسکو یوں کہنے لگے  
"تاہنوں محنت سے پاتے نگار  
رنج رکھا اپنے اور پیٹ کے سر  
نے سنا ہے اور نہ دیکھا ہے میں  
عقل دہوش و فکر سب ہو دین فنا

فہم روشن پر ہو مائل تیسرگی  
اور ہمار ہی ہوئے مثل ہوا  
وہ بارہ میں پڑا با مثل خام  
راہ چلتا بے علامت وہ ملول  
راہ چلتے میں پڑا اُس کے خلل  
کام میں مو اُس کے ہون پھر قائل  
آپ کو امداد تو ان سے بچا  
ریخ و غم میں ڈال مت بس آپ کو  
کام کر راضی ہو جس سے دلجو  
کام کا جو کام ہے وہ کام کر  
اس سے اُس سے تائین ہون فارغ نہیں  
اور نہ عقبہ میں غم اجر و ثواب  
بخیر ہون اپنے کار و بار سے  
غیر استغراق کے ہو کچھ نہ کار

مخل کامل کو ہو حاصل خیرگی  
پیر مرد القصد حیران ہی رہا  
جا کے منزل پر کیا سب مقام  
گرنہ سنتا یہ کہی قول فضول  
جو کیا ہر قول پر اُس نے عمل  
رکتا ہے ہر کام میں جوا شغال  
لغو سے بچتی ہے کب خلق خدا  
خلق کے اچھے برے کہنے سے تو  
کہنے سنے پر نکرا ان کے خیال  
نیک اور بد پر نکرا نئے نظر  
ساقیا آکھو غم دنیا و دین  
ہونہ دنیا میں خیال اکتساب  
شغل ہو ہر دم خیال یار سے  
ہون میں یوں اندر خیال عشق یار

اس میں بیان ہے خاموشی کا جو بہتر ہے سب خوبیوں اور

### عاد تو ان انسان کی سے

یہ جو ہے بے حال تیر سی قیل و قال  
ہفتہ ہفتہ ماہ و ماہ و سال و سال  
جس سے ہو جاوے تہا دل ہو شیار  
ہو کے وہ زنا ر گردن میں پڑے  
بند رکھتے ہیں زبان اپنی سدا  
کرتے ہیں دل سے وہ یاد کر دگار

کیا ہے دنیا جان اے صاحب کمال  
کہوں کان اور لب کو بند کر از مقال  
کر تو خاموشی کی عادت اختیار  
ہووے بعض گفتگوئے نیک پے  
خوش نصیب ہوتے ہیں مردان خدا  
کر کے خاموشی بہت سی اختیار



خاموشی بس ہے مثال اہل حال بیٹھ جا خاموش ہو کر اے جوان یوں رہیگا کب تک اے بیفروغ ہوش میں آ اب بھی تو بھیر خدا بیٹھ کر خاموش مجھ پاس ای جوان تاکہ ہو معلوم تجھ کو زینحار	گر بلا دین تو وہ ہو جاتے ہیں لال تا خاموشی ہو ترسی نطق و بیان تو گرفتار دروغ اندر دروغ آپ کو گفتار باطل سے بچا کان دل سے سن ذرا یہ داستان فائدہ اور نقص خاموشی کا یار
---	--

### حکایت تمثیل

تھا کہین اک بادشاہ عالیجناب شاہ چاہے تھا کہ ہو یہ ذوفنون ایک معلم باہنہ تسلیم کو تاکہ اُس سے سیکھے بیٹا ضرور چند عرصہ میں غرض اُس کا پر حل معلومات مجہولات کے مقل کا مل جو کرے کسب کمال چند برسوں میں غرض اسے نیکنام یکہر فضل و کمال اُس کا تمام لیک وہ شہزادہ والا حسب وصف خاموشی کا تھا اُس نے پڑھا علم سے دل پر نہا لب خاموش تھا باور شدہ جو کمال اُس کا سنا سامنے اپنے بٹھا کر باخوشی وہ پسر خاموش تھا اندر جواب بادشاہ اس بات سے حیران ہوا	اک بیٹا اُس کے متقاضی مناب تا ولیعہد اُس کو میں اپنا کروں کر دیا شہ نے مقرر نیک نو ہر طرح کے علم و فن اے باشعور عالم و فاضل ہوا باکروفر بحث منقولات و معقولات کے ذوفنون دہر ہو دے لا محال ہو گئی تحصیل اوسکی اختتام کرنا تھا سو آفرین ہر خاص و عام کہتا تھا ہر گفتگو سے بند لب اس نے خاموش رہتا تھا سنا مثل دریا زیر لب درجوش تھا پاس اپنے جہٹ لیا اُس کو بلا گفتگو کرنے لگا ہر طرح کی سنتا تھا سب کچھ صواب و ناصواب اور معلم کو بلا کر یوں کھا
--	--

کریاں باعث ہے کیا اے باہر  
 عرض کی اُس نے کہ جسدن سے شہا  
 ہو گیا خاموش جب سے یہ پس  
 شاہ نے اُس پر معین کر دئے  
 کہد یا سبکو یہ جب بولے کلام  
 الغرض ایک دن گیا شاہ جہان  
 تھا پس ہراہ گھوڑے پر سوار  
 صید گہ میں ایک تیر تھا غنایان  
 ناگہان بولا وہ تیر ایک بار  
 شاہ زادہ دیکھ کر یہ ماجرا  
 جو یہ اس دم جانور رہتا خوش  
 صید کب ہوتا نہ یہ گر بولتا  
 گر نہ اس دم بولتا یہہ جانور  
 جا کے جاسوسوں نے یہ دہی شہ کو خبر  
 شاہ نے خوش ہو با کرام تمام  
 یوں کھا شہ نے پس سے میری جان  
 ہو پیشیاں اُس سخن سے وہ پس  
 شاہ نے گر چہ بہت تاکید کی  
 غصہ سے بولا وہ شاہ بیخبر  
 اُس پس نے پھر ندیوں سے کہا  
 ایک دفعہ وہ جانور بولا تھا وہاں  
 ایک سخن کہنے سے یہ پائی منرا  
 ایک سخن کہنے سے دیکھو یہ غضب

رہتا ہے خاموش کیون میرا پس  
 وصف خاموشی کا اُس نے پڑہ لیا  
 کچھ نہیں اچھی برسی کھتا خبر  
 چند مردم تا سخن اُس کا سنے  
 پاس میرے لاؤ اُسکو والسلام  
 دشت میں بہر شکار وحشیان  
 اور شہ جنگل میں مشغول شکار  
 چوڑا اُسکو شہ ہوا آگے روان  
 شاہ نے بہت کر لیا اُسکا شکار  
 ہنس پڑا اور یوں ندیوں سے کہا  
 بند کرتا لب نہ کرتا کچھ فروش  
 کھولا بولب ایک دم میں سردیا  
 قطع کیوں ہوتا اب اسکا تن سے سر  
 ہو مبارک آپ کا بولا پس  
 سامنے اُسکو بلا یا لا کلام  
 جو کھا تھا تو نے کر مجھ سے بیان  
 رہ گیا خاموش لب کو بند کر  
 شاہ زادہ پر نہ کچھ بولا غی  
 ماروا اسکو تازیانہ بے شمر  
 کیا یہ تم باتیں بناتے ہو سدا  
 قطع اُسکا ہوا اور میں بیان  
 اس سخن گوڑ تو اذ روز جزا  
 تازیانہ تن پہ سو کہا میں بن اب

دیکھئے کیا حال ہو ان کا وہ ان  
سوحکایت گرسنے خاموش رہ  
صاحب اس قلعہ کا رہتا ہے نڈر  
ہوزبان سے آفتین اکشر یہاں  
از دم خود کا رخود برہم مزن  
بیترا رہی ہے یہاں مجھ کو کمال  
جرعہ جرعہ دیکے ترساتا ہے کیا  
آج قفل میکدے کو توڑ ڈال

حق حق دہن حق مین مجھستے یہاں  
تو بھی اے انداد باہوش رہ  
خاموشی کا ہے قلعہ مضبوط تر  
کیونکہ اس عالم میں ہین سودوزیان  
نادم آخر زاول دم مزن  
ساقیا آہے کہاں تیرا خیال  
آکھین دے خم کے خم مونہ سو لگا  
خم سے بھی تسکین ہو شاید محال

اس میں ندمت اور برای ان لوگوں کی ہے کہ مشابہت رکھتے  
ہین ظاہر میں ساتھ فقرا کے اور باطن پر وہ اشتیاق سے ہین

جیسے پشین رداۃ شال ہے  
ہوے کب حاصل کیسکو در لباس  
جھکویا آسی دو بیت مشنوی  
واندرون مقرر خدا عزوجل  
واز درونت تنگ میاں دینید  
حس طرح ہو گور کافر پڑ بلا  
ہے بھرا قہر خدا سے سرسبز  
بایزید پاک پر اے بے حیا  
سو حیا اور تنگ رکھتا ہے پزیر  
پاک لوگوں کا طریقہ اے پلید

کیا ہے دنیا یہ تیرا اعمال ہے  
یہ مقام فقر خورشید اقتباس  
اس رداۃ وجہ پر تیرے انہی  
ظاہر ت چون گور کافر پر خلل  
از برون طعنہ زنی بر بایزید  
ہے تیرا ظاہر خباثت سے بھرا  
اور تیرا اندرون اے پسر  
رکھتا ہے ظاہر سے تو طعنہ سدا  
اور باطن سے تیرے جان اے پلید  
حسن ریا کو آپ سے کر کے بعید

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی

جاتے تھے لٹنے میں ایک کتا پلید

ایک کوچہ تنگ میں سے بایزید

ناگہان ان کے برابر آگیا  
 چان چک کتے نے کہوٹے پٹلب  
 اپنے دامن کو بچا پاکس لئے  
 خشک ہون گئیں تو ہے پیرا بھی پاک  
 اور جو دیکھے اپنے اندر غور کر  
 ساتھ دریاؤں سے ہی دھوے اگر  
 یہ لگے کتے سے کہنے بائزید  
 آکرین آپس میں ہم تم دوستی  
 عرض کی کتے نے اے سلطانِ دین  
 میں ہوں مردود اور تو مقبول ہے  
 دیکھتا ہے مجھ کو کوئی بشر  
 اور تجھے جو دیکھتے ہیں خاص و عام  
 اور یہ ظاہر ہے کہ میں رکھتا نہیں  
 اور تجھ سے پاس ایک مشکا ہے بھلا  
 مجھ میں تجھ میں دوستی کس طرح ہو  
 روپڑے سنکر کے یہ وہ پاکس  
 آہ کیوں کر ہوں گا پھر میں بے غل  
 پاک لوگوں کا تو ایسا حال ہے  
 میری ثانی کوئی عالم میں نہیں  
 اور حقیقت میں ہے یہ حال آپ کا  
 دست برسیج دردل کا وُضُر  
 ہاتھ میں سیج دل میں کا وُضُر  
 ہاتھ سے سیج کو تو دور کر

اپنے دامن کو لیا اس سے بچا  
 عرض کی اسنے کہ اے مقبول رب  
 مجھ سے اب اُسکا سبب سن لیجئے  
 اور جو تر ہوں تو ہود ہونے سے پاک  
 وہ جنابت تجھ میں ہے اے باخبر  
 پاک کب ہو اُس سے تو اے بہرہ  
 تیرا ظاہر میرا باطن ہے پلید  
 خوب گذرے گی ہم میری تیری  
 دوستی کے میں تیری قابل نہیں  
 تیری میری اب بھلا کیونکر بنے  
 دور سے مارے ہے پتھر بے خطر  
 کرتے ہیں تغیم بے حد اور سلام  
 کچھ ذخیرہ وقت اگلے کا کہیں  
 آرد گنم کالے مرد خدا  
 میں پیدا اور تو ہے پاک اے نیک  
 دوائے میں کتے کے بھی قابل نہیں  
 قابل درگاہ حضرت لم یزل  
 اور یوں تیرا خبیث اب فال ہے  
 عالم و زامد ولی اور پاک دین  
 جس سے شیطان بھی مان چاہے سدا  
 این چنین سیج کے دارد اثر  
 ایسی کب تسبیح رکھتی ہے اثر  
 ذکر دلبر سے تو دل سحر کر

اور عصا و شانہ و مسواک کو  
پادے بیشک جب توحق کی راہ کو  
تیز ہو جاوے بہنم میں مقصر  
بے خودی میں اب خودی کو چھوڑے  
ہو تو بے خود پھر تو خود ہے ہو بہو  
تو حجاب اپنا ہوا ہے آپ تو  
غیر کو ترک بل اُس یار سے  
گر شناسی خویش را گشتی ز خویش  
جس سے میں آپ میں آؤں آپ کے  
مجاہد رنجو ہوں میں زینہا ر  
ہو فنا اندر فنا ایک لخت اب

پھونکدے اس جہ ناپاک کو  
ظاہر اور باطن تبار اگر ایک ہو  
مختلف ہو ظاہر اور باطن اگر  
تو بھی لے امداد با حق کے لئے  
ہے خودی میں جب تلک بخود ہے تو  
خود ہے تو کس کی کرے ہے جستجو  
آپ کو اپنے میں اول دیکھ لے  
معرفت پیدا ست از عرفان خویش  
ساقیا وہ بے خودی کا جام دے  
آپ کہو کر محو ہوں در حسن یلہ  
نام عین و رسم و آثار اپنا سب

اس میں بیان ہے کہ خدایتعالیٰ کو صرف خدائی کی واسطہ  
پوچھے نہ طمع جنت کے لیے اور نہ خوف دوزخ سے

یہ عبادت ہے تیری بھر بہشت  
دین گہنا نا جان تو اے بھر دور  
ناگتہ ہے حق تعالیٰ سے دہان  
تو کلام مرتضیٰ سے یاد کر  
عاشق حق نائب حضرت بنی  
ہے تو ہی مطلوب مجھ کو ہر زمان  
طمع جنت یا نہ خوف نار سے  
ہر طرح تیری رضا مطلوب ہے  
پوچھنے کے لائق اے میرے خدا

کیا ہے دنیا جان اے نیکو سرشت  
ہے ہی نزدیک اہل دل مقدر  
یعنی مزدوری عبادت پر بیان  
جا حدیث ما عبد تک اے پسر  
یعنی فرمانے ہیں یوں شاہ علی  
اے خدائے خالق ہر دو جہان  
پوچھا ہوں اب نہ مجھ کو اس لئے  
پوچھا ہوں مجھ کو تیرے واسطے  
جب نہایا میں کہیں تیرے سوا

بس میں پوجا تجھ کو تیا جان کر  
لیتے ہی طاعت پر اجرت یہ گروہ  
آرزو اجرت کی عملوں پر اگر  
واسطے حق کے ہے کب اسے پرخل  
یا دانی اک مثال اسپر بجھے  
غیر کی الفت کو کی دل سے بدر  
رکھتی ہے اجرت کی طاعت پر سکود  
رکھتا ہے تو ہی یہ گمراہی بشر  
طع اجرت کے لئے ہے یہ عمل  
ہوش کر کے سن تو اسکو غور سے

### حکایت محمود بادشاہ غزنوی اور ایاز غلام کی

کہتے ہیں ایک شخص نے محمود کو  
ہے ایاز ایسا نہ کچھ صاحب جمال  
ستے ہی اس بات کے محمود شاہ  
اُس کی خوئے نیک پر ہون میں فلا  
نقل ہے ایک ن کہ جاتا تھا وہ شاہ  
ساتھ اس کے تھے جو اہر سے بہرے  
اتفاقاً کھا کے ٹھوکر ایک شتر  
گرتے ہی اُس اونٹ کے اچھ نیکے  
ہو گئے نیک نحت وہاں اُس سے بدر  
دیکھ کر اُس حال کو محمود شاہ  
ستے ہی یہ حکم جو ہمراہ تھے  
چھوڑ شدہ کو سب کے سب پیادہ ہوا  
اور رہا ہمراہ نہ کوئی شاہ کے  
دیکھ کر سلطان بولالے ایاز  
عرض کی اسنے کہ اے سلطان میں  
دور ہو کر اب تیری خدمت سے میں  
قربت سلطان ہو حاصل جسے  
یہ دیا طعنہ کہ اے شاہ نکو  
جسپہ تو عاشق ہے یو اب باکمال  
اس سے یوں کہنے لگا اے نیک  
اور نہ عاشق اُس کے رنگ روپ کا  
ایک کو چہ تنگ کو باعز و باہ  
چند ایک صندوق اونٹوں پر دھر  
اُس گلی میں گر پڑا اے بھڑور  
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے صندوق  
لعل یا قوت و زمرہ سیم وزر  
لوٹنے کا حکم دے کر چلے یا  
ایک بیک سب لوٹنے پر گر پڑے  
لوٹنے پر پڑ گئے بے اختہ سار  
رہ گیا یہ ایک ایاز اے نیکے  
تو نے ہی لوٹا ہے کہ مجھ سے تو ایاز  
جسکی سب نعمت اُسے لاتا ہوں  
کچھ نہیں حاصل کیا نعمت سے میں  
چھوڑ اُس کو پھر وہ کیوں نعمت کو لے

<p>ہے طریقت کے خلاف اب یہ کہ یار          احسن زیادہ کون ہے بس اے ادب          نفس پر زور ہے جو کہتے کچھ نظر          تو جو کرتا ہے عبادت بے شمار          نفس کی خواہش سے کرتا ہے ضرور          خواہشات نفس میں یہ سبکی سب          کہتا ہے پوجون ہون میں اللہ کو          اجر عابد چاہے طاعت پر اگر          اجر یک تک ہے تو اُمیدوار          اُس نے فضل و لطف سے بکوفتا          باوجود آلودگی کے قہ ترا          اولوس قدر پزیری اے نیک پے          ساقیا آدے وہ جام بے قرار          ہون میں یوں دنیا کے دون بے بخت          خلد اپنے منظر لطف و جمال</p>	<p>غیر حق کو حق سے مانگے زینہار          جو سوا حق کے کہ حق کی طلب          دوست سے جو دوست کے احساں پر          واسطے حق کے ہے کلبائے نابکار          یعنی بہر جنت و حور و قصور          زہد کے پردہ میں کرتا ہے طلب          خواہشات نفس کو بوجے ہے تو          ہے وہ طاعت گر سمجھ لے بیخبر          بہتر اس سے اجر کیا چاہیگا یار          اپنے خدمت کے لئے پیدا کیا          اپنی قدرت سے مزین کر دیا          خلعت عرفان کیا آراستے          جس سے ہون میں بخاند روبرو یار          نے امید غلہ نے خوف سقر          دوزخ ہم کو ہے ظہور ات حلال</p>
---	---

اس میں بیان ہے شوق چھوڑنے کا ماسوا کے اور شائق  
 ہونا طرف شراب ظہور کے مراد اس سے محبت آہلی ہے

<p>عمر ضایع اور قضا میری ہوئی          تاکہ پہچانوں میں اپنے وقت کو          کر عطا بھر خدا ایک بھر کے جام          ہے خوشی کے درد کی بے شک کلید          اور رہا کر ساقیا رواج کو</p>	<p>اے ندیم اب بھر حق اوٹھ تو ہسی          راہ گمان گذرا ہے جو اے نیک نو          اُس شراب پاک سے اے نیک نام          اُس سے مت رکھ بھر حق مجھ کو بید          قید سے رنج و الم کے جلد تو</p>
--	--

اور چہوڑا جلد ہی خدا کے واسطے  
اس شراب آباد ویران مین مرا  
نے تو مجکو نفع خلوت سے ملا  
دیر و کعبہ مین پھرا سر مارتا  
اب بہت بے چین ہوں مین ساقیا  
بس شراب بے خودی مجکو پلا  
وہ جو عالم ہے اس عالم کے سوا  
ایک عالم چاہوں اس عالم سے اور  
تاکہ ہوں مقصود دل سے بھرہ ور  
آہ و نالہ شور و غل ایسا کروں  
وہ شراب اب ساقیا مجکو تو نے  
آتش موسیٰ سے ایک شعلہ ہے یار  
طور ہے اُس نور کا سینہ میرا  
پس پلا لا کر کے وہ مجکو شراب  
ہو وہ ایسی جوئی اُس سے ذرا  
اٹھ کہیں بھر خدا ہو جلد گر  
ماہ بھی اور سب ستارے چپکے  
مطر بالچہ کی یہ میسر ہی بقا  
عیش ہے بے عیش میرا مطربا  
کہ بیان کچھ یار کی باتوں سے آ  
دور کر مجھ سے اب ایام فراق  
بادف و نے سے تو اٹھ کر مطربا  
تاکہ ہوں ہم پر یہ سب لے نیکنام

تن بدن کو رنج و غم کی قید سے  
خائفانہ دہرہ سے دل اوٹھا  
اور نہ کچھ اب سیر سے حاصل ہوا  
نے ملا مقصود دل کا کچھ پتا  
ہو میری مشکل کا تو مشکل کشا  
قید سے تاپہان کی دل چوڑے ملا  
ہے وہی درکار مجھ کو ساقیا  
ہو نیرالا اس سے اس عالم کا طور  
خاک ڈالوں ہستی موموم پر  
خلق مین ایک حشر سا بر پاکرون  
استخوان کہنے کو جو زندہ کرے  
اُس شرار پاک کا نور آشکار  
خم ہے اُس کا قلب اپنا اے قتا  
جس سے ہٹ آئے وہ پھر عہد شباب  
دو جہان کی قید سے وہ ہو رہا  
صبح ہوئی آئی اب امت دیر کر  
اور صدائیں مرغ بھی کرتے لگے  
رائگان گذری ہے در رنج و عنا  
بے عنا کے کچھ عنا مجکو سنا  
دل میرا اُس بن ہے غم مین مبتلا  
ہو گئی طاقت میری دوری کھلاق  
مجکو اشار عرب سے کچھ سنا  
عیش و عشرت حظ و کیفیت تمام



آہ کب تک میں کروں آہ و فغان  
 آہ و اویہ درینا حسرتا  
 پھر سنا مجکو وہ نظم مستطاب  
 سحر سب گزری میری ذیل و قال  
 مط باب بہر حق اٹھ تو سہی  
 پھر کوئی شعر بجم مجکو سنا  
 اور کہہ کوئی تو بیت مشنوی  
 بشنواز نے چون حکایت میکند  
 مشنواز فی شنواز صاحب نفس  
 نے سے مت سن تو حصہ نفس سے  
 ہو مخاطب اٹھ کہیں لے بھرہ ور  
 وہ کوئی نغمہ سنا اے نیک خو  
 دل مسرا غفل ہے اپنے حال سے  
 بنلا ہن میں پڑا ہے جس او پر  
 اور کہتا ہے کہ ہوا اس سوا  
 سر بسر کمرہ ہوا اے نیک خو  
 ہے مئے غفلت سے مدہوش تقدیر  
 ایک مدت گزری ہے اسکے سین  
 قہقہہ مارے ہن کا فر برلا  
 اب بھی لے امداد تو بھر خدا  
 غیر دلبر کو تو دے دور کر  
 ماسوا دلبر کے دل میں ہے جوش  
 یعنی یہ حرص و ہوا و حب غیر

ایک بھی سنتا نہیں وہ جانِ جهان  
 حسرتا حسرتا حسرتا حسرتا  
 جو کہی تھی میں درایم شباب  
 اپنی غفلت سے ہوا میں پائمال  
 کچھ بھی اب طاقت نہیں مجکو رہی  
 تاکہ دل قید الم سے ہو رہا  
 از حکیم مولوی معنوی  
 وز جہا یحسا شکایت میکند  
 کر جمادی نالہ شنید است کس  
 کیونکہ جامدے کوئی نالہ سنے  
 سب زبان سے تو مجھے آگاہ گر  
 خواب و خور سے تاکہ دل بیدار ہو  
 ہے سدا مشغول قیل و قال سے  
 جہل سے بھی اپنے قائل ہے مگر  
 یعنی پامین بیڑی حرص و ہوا  
 اپنی گمراہی سے بہولا راہ کو  
 آپ کی بھی کچھ نہیں کہتا خبر  
 ہے یہ بت خانہ میں یوں گوشہ نشین  
 دین اور اسلام پر اس کے سدا  
 خواب غفلت سے ذرا تو بیدار  
 جلوہ دلبر سے دل معمو کر  
 ہے وہی معبود تیسرا جان  
 سب یہ بت خانہ تیرے میں اور دیر

ہو سکے جتنا انہیں دل سے نکال  
دل میں جب تک تیرے حب غیر ہے  
غیر سے ہے پیر اسکو لے جوان  
غیر سے تو گھر کو خالی جلد کر  
ہو کہ تو خاموش قیل و قال سے  
بالغرض آدا تو اپنی کتاب  
سال بھری بھی ہوئے جب ختم یار  
جب ہوئی میٹھنوی یار و تمام

اپنے دلبر سے تو پھر وہ ہم مقال  
مل نہیں سکتا تو اپنے یار سے  
غیر ہو جس گھر میں وہ اس جا کہاں  
نور دلبر تا ہو اس میں جلوہ گر  
ہو جسے دار اب تو اپنے یار سے  
ختم کرو اللہ اعلم بالصواب  
یکھزار و صد و شصت و چہار  
رکھ دیا اسکا غدا روح نام

### خاتمہ الکتاب

بعد اسکے سن تو اب ایدوستان  
شاعری سے مجھ کو کچھ بھرہ نہیں  
چاہئے مقصود دل اس یار سے  
شاعری سے کچھ نہیں ہے مجھ کو کام  
سنکے یہ زیادہ ہو عشق عاشقان  
شاعر دن سے کچھ نہیں ہے التجا  
جو کہ دیکھیں اس میں کچھ سہو و خطا  
کر کے اپنے لطف و احسان نظر

کر دیا ہے یہ جو کچھ میں نے بیان  
علم نظم و نثر بھی رکھتا نہیں  
ہے نہ مطلب خوبی اشعار سے  
چاہتا ہوں یہ کہ ہو جا فیض عام  
اور ہو جا دور عشق فاسقان  
عرض ہے اہل عفا سے یہ ذرا  
دین بنا اپنے کرم سے بر لا  
اس میں دین اصلاح بے خوف و خطر

## مختصر ہر کتاب مناسب کتاب ہذا

۶	کتب تصانیف حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	کتب تصانیف مولانا قاضی حافظ محمد اشرف علیہ صلی اللہ علیہ وسلم	سعاد کے طریقے از احادیث بہت مفید
۷	ارشاد و مرشد مجتبیٰ	مثنوی زیر و بم شری مولانا	اصلاح الرسوم - رسوم مروجہ دنیا کی تحقیق جواز و ناجواز -
۸	تصفیۃ القلوب ترجمہ اردو	ردم کی طرز پر ایک حکایت اور جانچا نکات تصوف -	اوراد و حنائی و از کار سخانی -
۹	ضیاء القلوب مجتبیٰ	۱۰	مجتبیٰ فضائل تسبیح و تحمید و تکبیر
۱۱	تحفۃ العشاق مجتبیٰ	۱۲	سائنس اور اسلام
۱۲	جہاد اکبر مجتبیٰ	۱۳	روٹا کے مثنوی
۱۳	رسالہ دروغ نمک مجتبیٰ	۱۴	ایضاً کاغذ ولایتی
۱۴	ضیاء القلوب مجتبیٰ	۱۵	تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی - ایک ساتھ حسب ذیل رسائل ہیں - تقویۃ الایمان - تذکرۃ الاخوان فتویٰ در بارہ تقویۃ الایمان در بارہ علم غیب ترجمہ اردو و عقائد عامہ شیخ عبدالحق منظوم - حادق الاشرف سعادت دارین - در و شرک و بدعت خط مولوی محمد اسماعیل شہید -
۱۵	غذائے روح مجتبیٰ	۱۶	دہلی - ایک ساتھ حسب ذیل رسائل ہیں - تقویۃ الایمان - تذکرۃ الاخوان فتویٰ در بارہ تقویۃ الایمان در بارہ علم غیب ترجمہ اردو و عقائد عامہ شیخ عبدالحق منظوم - حادق الاشرف سعادت دارین - در و شرک و بدعت خط مولوی محمد اسماعیل شہید -
۱۶	گھر از معرفت اردو منظوم	۱۷	۱۸
۱۷	فیصلہ ہفت مسئلہ مذہبیہ از مولانا اشرف علیہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹	۲۰
۱۸	کلیات امدادیہ صین کل	۲۱	۲۲
۱۹	ماکہ امداد غریب	۲۳	۲۴
۲۰	آداب المصلین مجتبیٰ فائدہ	۲۵	۲۶
۲۱	اردو عام فہم رسالہ - آئین سنا	۲۷	۲۸
۲۲	جہارت و منوع غسٹنیم - نیا رنگ	۲۹	۳۰
۲۳	جمعہ - جیدین کے ضروری مسائل	۳۱	۳۲
۲۴	مفصل حال کی زبان کے موافق	۳۳	۳۴
۲۵	کتب معتبرہ سے منتخب کر کے لکھیں	۳۵	۳۶









